36

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

20تا26 ستمبر 2007ء/7تا13رمضان1428ھ

www.tanzeem.org

روزہ: امداد باہمی کی روح

نماز باجماعت کی طرح رمضان کے اجتماعی روزے مسلمانوں میں برادری پیدا کرتے ہیں۔ تمام لوگوں کا مل کر ایک اللہ کی رضا چاہنا، اسی کی رضا کے لیے بھوک و پیاس کی تکلیف اٹھانا، اسی کے خوف سے برائیوں کو چھوڑنا اور ایک دوسرے کو برائیوں سے روکنا، اسی کی محبت میں بھلائیوں کی طرف دوڑنا اور ایک دوسرے کو بھلائی پر اُکسانا، یہ چیز اُن میں بہترین قسم کی وحدت، صحیح ترین فطری قومیت، پاکیزہ ترین اجتماعی ذہنیت، اور ایسی ہمدردی و رفاقت پیدا کرتی ہے جو ہر کھوٹ سے خالی ہے۔

اس اجتماعی عبادت کا ایک زبردست کام یہ ہے کہ یہ عارضی طور پر تمام لوگوں کو ایک سطح پر لے آتی ہے۔ اگرچہ امیر امیر ہی رہتا ہے اور غریب غریب، لیکن روزہ چند گھنٹوں کے لیے امیر پر بھی وہ کیفیت طاری کر دیتا ہے جو اس کے فاقہ کش بھائی پر گزرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی مصیبت حقیقی طور پر محسوس کرتا ہے، اور اللہ کی رضا چاہنے کا جذبہ اُسے غریب بھائیوں کی مدد کرنے پر اُکساتا ہے۔ بظاہر یہ ایک بڑی چھوٹی سی بات معلوم ہوتی ہے، مگر اس کے اخلاقی و تمدنی فوائد بے شمار ہیں۔ جس قوم کے امیروں میں غریبوں کی تکالیف کا احساس اور ان کی عملی ہمدردی کا جذبہ ہو، اور جہاں صرف اداروں ہی کو خیرات نہ دی جاتی ہو، بلکہ فرداً فرداً بھی حاجت مندوں کو تلاش کر کے مدد پہنچائی جاتی ہو، وہاں نہ صرف یہ کہ قوم کے کمزور حصے تباہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں، نہ صرف یہ کہ اجتماعی فلاح برقرار رہتی ہے، بلکہ غربت اور امارت میں حسد کے بجائے محبت، شکر گزاری اور احسان مندی کا تعلق قائم ہوتا ہے اور وہ طبقاتی جنگ کبھی رونما نہیں ہو سکتی جو اُن قوموں میں برپا ہوتی ہے جن کے مالدار لوگ جانتے ہی نہیں کہ فقر و فاقہ کیا چیز ہوتی ہے، جو قحط کے زمانہ میں تعجب سے پوچھتے ہیں کہ لوگ بھوکے کیوں مر رہے ہیں، انہیں روٹی نہیں ملتی تو یہ کیک کیوں نہیں کھاتے؟

اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر

سید ابوالاعلیٰ مودودی

اس شمارے میں

چارج شیٹ

روزے کے احکام

ایک اور سوموٹو ایکشن کی ضرورت

پاکستان کی سیاست، باکسنگ کا کھیل

روزے کی روح: تقویٰ

قیام عدل کا قرآنی حکم اور......

اسلام پسند پارٹی کی تیسری فتح

اپنی ذات یا اپنا پاکستان!

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

الھدیٰ (294)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ الانعام

(آیات: 36 تا 39)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ
اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ
اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ
یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۹﴾﴾

''بات یہ ہے کہ (حق کو) قبول وہی کرتے ہیں جو سنتے بھی ہیں۔ اور مُردوں کو تو اللہ (قیامت ہی کو) اُٹھائے گا۔ پھر اُسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ اور کہتے ہیں کہ اُن پر اُن کے پروردگار کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی۔ کہہ دو کہ اللہ نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور زمین میں جو چلنے پھرنے والا (حیوان) یا دو پروں سے اُڑنے والا جانور ہے اُن کی بھی تم لوگوں کی طرح جماعتیں ہیں۔ ہم نے کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوتاہی نہیں کی، پھر سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کیے جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ بہرے اور گونگے ہیں (اس کے علاوہ) اندھیرے میں (پڑے ہوئے)۔ جس کو اللہ چاہے گمراہ کر دے، اور جسے چاہے سیدھے رستے پر چلا دے۔''

یقیناً وہ لوگ تو دعوتِ حق کو قبول کرلیں گے جو حقیقتاً سنتے ہیں اور جو مُردے ہیں اگرچہ بظاہر زندہ نظر آتے ہیں، ان کو تو اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا، پھر وہ اُسی طرف لوٹا دیئے جائیں گے۔

دلائل میں تو کفار مار کھا گئے تھے۔ اب یہ بات اُن کے ہاتھ لگ گئی کہ نبی اکرم ﷺ معجزہ دکھائیں حالانکہ یہ نبی کے اختیار میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ معجزہ نہ دکھانے کا فیصلہ کر چکا تو اب یہ بار بار اسی بات کو دہراتے اور کہتے، کیوں نہیں اتاری گئی ان پر کوئی نشانی (معجزہ) اُن کے رب کی طرف سے۔ اے نبی، آپؐ کہہ دیں، اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ بڑی سے بڑی نشانی اتار دے، یعنی اُس کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ اگر معجزہ نہیں دکھا رہا ہے، تو اِس میں حکمت ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں کہ اس طرح کا معجزہ دکھانے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اُن کی مہلت ختم ہو جائے گی، جبکہ اللہ تعالیٰ اُن کو مہلت دینا چاہتا ہے کہ شاید ان میں سے ابھی کچھ اور لوگ راہِ ہدایت پر آ جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بے شمار قسم کی مخلوقات پیدا کی ہوئی ہیں، مثلاً زمین پر چلنے والے جانور اور دو پروں کے ساتھ اُڑنے والے پرندے۔ یہ سب انسانوں کی طرح اُمتیں ہیں۔ ان کے ہاں بھی نظم وضبط ہے۔ ان کے لیڈر ہوتے ہیں۔ چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں تک کا اپنا اپنا نظم وضبط ہے۔ اُن کی اپنی اپنی ملکہ ہوتی ہے۔

ہم نے اپنی کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں رکھی ہے۔ ہر طرح کے دلائل اور شواہد سے استشہاد کیا ہے۔ پھر یہ سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ وہاں پر ہر ایک کو اپنے کیے کا پورا بدلہ مل جائے گا۔ اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلا رہے ہیں، وہ بہرے اور گونگے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ جس کی گمراہی پر چاہتا ہے مہر لگا دیتا ہے یعنی اُس کی ضلالت کا فیصلہ کر دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے اس کو سیدھے راستے پر ڈال دیتا ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

روزہ داروں کا انعام

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ نُوْدِیَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ یَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَیْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ ؓ: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلٰی مَنْ دُعِیَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ یُدْعٰی اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ)) (متفق علیہ)

جناب ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو شخص اللہ کے راستہ میں جوڑہ کی شکل میں کچھ خرچ کرے گا (مثلاً، دو، چار وغیرہ) تو اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے تیرا یہ عمل خیر میں شمار ہوا جو شخص اہل صلوٰۃ میں سے ہوگا، اسے باب صلوٰۃ سے پکارا جائے گا، اور جو اہل جہاد میں سے ہو گا، اسے باب جہاد سے ندا دی جائے گی۔ جو روزہ داروں میں سے ہوگا، اسے باب ریان سے پکارا جائے گا اور اہل صدقہ کو باب الصدقہ سے آواز دی جائے گی! اس وقت جناب ابو بکر صدیق ؓ نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! اگر کوئی ان دروازوں سے کسی ایک سے بلایا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے اور مجھے امید ہے تم بھی ان لوگوں میں سے ہو گے۔''

"تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — 20 تا 26 ستمبر 2007ء — 7 تا 13 رمضان المبارک 1428ھ — شمارہ 36

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں"

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چارج شیٹ!

کامیاب حکمران کیسا ہوتا ہے؟ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے کسی دانشوری کی یا فلسفہ بگھارنے کی ضرورت نہیں۔ اوّلین ذمہ داری ملک میں امن و سلامتی کا ماحول پیدا کرنے کی ہے۔ حکومت عوام کے جان و مال اور عزت کی حفاظت ایک خاندان کے سربراہ کی طرح کرے۔ حکومت کی معاشی پالیسی کی بنیاد یہ ہو کہ دولت چند افراد یا چند خاندانوں کے درمیان گردش نہ کرتی رہے بلکہ وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو اور تمام شہریوں کو ایک جیسے مواقع فراہم کئے جائیں۔ روٹی، کپڑا اور مکان ہی نہیں تعلیم اور صحت کی ذمہ داریاں پوری کرنا بھی حکومت کا فرض ہو۔ عالمی سطح پر ملک کی عزت اور وقار کو برقرار رکھنا بلکہ ہر آن اُس میں اضافہ کے لئے کوشاں رہنا۔ حساس ترین معاملہ نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا ہے۔ ایک اچھی حکومت کا رویہ اور انداز یہ ہوگا کہ اِس معاملے میں Compromise کرنے کا سوچنا بھی گناہِ عظیم ہوگا۔

یوں تو اس معیار پر 60 سال میں کوئی ایک حکومت بھی پوری نہیں اتری، لیکن مشرف اِن تمام حوالہ جات سے بلاخوف و تردید بدترین حکمران ثابت ہوئے ہیں۔ جتنا قتل و غارت گزشتہ آٹھ سال میں ہوا ہے اور ایک شہری کو عدم تحفظ کا احساس جتنا موجودہ دور میں ہوا ہے، پہلے کبھی نہ تھا۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ نے انسانی خون کی ارزانی کر دی ہے۔ پاکستان کی سرزمین دن میں کئی مرتبہ بم دھماکوں سے لرزتی ہے۔ انسانی جسموں کے کٹے پھٹے اعضا سڑکوں سے یوں اکٹھے کیے جاتے ہیں، جیسے کوڑا کرکٹ ہو۔ آج کی دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ریاست کے کسی شہر میں خونریزی سے پچاس کے قریب شہری ہلاک ہو جائیں لیکن نہ کسی کے خلاف مقدمہ قائم ہو، نہ کوئی ایک شخص گرفتار کیا گیا ہو اور سربراہ حکومت یہ کہہ کر فارغ ہو جائے کہ کسی انکوائری کی ضرورت نہیں۔

وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کا اندازہ کیجئے کہ ارب پتی صنعتکار بنکوں سے قرضہ حاصل کرتے ہیں، بعد ازاں مختلف حیلے بہانوں سے یہ قرضہ معاف کروالیا جاتا ہے لیکن ہاؤس فنانس سکیم اور دوسرے چھوٹے قرضداروں کو سرعام ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔ معاشی ترقی کے نعرے بلند کرنے والی حکومت نے معاشی لحاظ سے عوام کا کچومر نکال دیا ہے۔ گرانی اور مہنگائی کا اژدھا پاکستانیوں کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو ہڑپ کر رہا ہے۔ ایک سروے کے مطابق مہنگائی کی وجہ سے عوام کی بہت بڑی تعداد نفسیاتی مریض بن چکی ہے۔ چڑچڑا پن اور عدم برداشت مزاج کا حصہ بن گیا ہے۔ حکومت کے یہ بے ہنگم اعلانات کہ زرمبادلہ کے ذخائر میں اتنا اضافہ ہو گیا ہے، عوام کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہیں۔ ملک کی عزت اور وقار کا دھیلا کر دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نائن الیون کے بعد پاکستان کی حیثیت ایک امریکی کالونی سے زیادہ نہیں۔ امریکی افواج جب چاہیں پاکستان کی سرزمین میں بے روک ٹوک کارروائی کریں۔ اس حوالہ سے مشرف حکومت نے عجیب مضحکہ خیز رویہ اختیار کیا ہوا ہے، وہ امریکی کارروائی کو اپنے سر لے لیتے ہیں۔

ملک کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے اِس حکومت نے سنگین ترین جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ وہ جرم ہے جو ریاست کے وجود اور بقا کے لئے انتہائی مہلک ثابت ہوسکتا ہے۔ تحفظِ حقوق نسواں جیسے غیر شرعی قانون کو مسلمانوں پر مسلط کر کے اسلام دشمنی کا عملی مظاہرہ کیا گیا۔ انتہا پسندی اور بنیاد پرستی جیسی لایعنی اصطلاحات گھڑ کے اسلام کے خلاف بے بنیاد اور جھوٹا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ انتہا پسندی کیا ہوتی ہے، اِس کی کیا تعریف ہے، کیا قریشِ مکہ کے نزدیک تین سو ساٹھ خداؤں کا انکار اور اللہ کے واحد اور یکتا ہونے کا اعلان انتہا پسندی نہ تھی؟ کیا بت تراش کے بیٹے کا بت شکن بن جانا انتہا پسندی نہ تھی؟ یہ تو خیر عالم پاک کی باتیں ہیں، اسی (باقی صفحہ 18 پر)

مسجدِ قرطبہ

(ہسپانیہ کی سرزمین بالخصوص قرطبہ میں لکھی گئی)

(آٹھواں بند)

وادیٔ کہسار میں غرقِ شفق ہے سحاب — لعلِ بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا آفتاب!
سادہ و پُر سوز ہے دخترِ دہقاں کا گیت — کشتیٔ دل کے لیے سیل ہے عہدِ شباب!
آبِ روانِ کبیر! تیرے کنارے کوئی — دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
عالمِ نَو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں — میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب
پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے — لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب
جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی — روحِ اُمم کی حیات کشمکشِ انقلاب!
صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم — کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب!
نقش ہیں سب نا تمام، خونِ جگر کے بغیر — نغمہ ہے سودائے خام، خونِ جگر کے بغیر!

اِس بند کے ابتدائی اشعار میں اقبال نے مسجد قرطبہ کے گردو پیش جو مناظر ہیں، اُن کو اپنے مخصوص انداز میں نظم کرتے ہوئے بعد کے اشعار میں اپنی فکر کے حوالے سے صورتِ حال کا جائزہ لیا ہے۔

1۔ اوّلین شعر میں انہوں نے وادیٔ کہسار میں غروبِ آفتاب کا نظارہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس لمحے تو بادل بھی شفق کے رنگ میں غرق ہو چکے ہیں۔ یوں لگتا ہے، ڈوبتا سورج اس مقام پر غروب ہوتے ہوئے لعلِ بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ وادیٔ کوہ میں موجود سنگریزوں پر شفق کی سُرخی جس طرح پڑ رہی ہے، اُس کے سبب یہ سنگریزے لعلِ بدخشاں دکھائی دیتے ہیں۔

2۔ اِس منظرنامے میں کسان کی ایک بیٹی سادہ لیکن پُرسوز لے میں اس طرح گیت گا رہی ہے کہ جس سے یہ اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں کہ ایک دوشیزہ کے دل کو اگر کشتی سے تعبیر کر لیا جائے تو شباب کا زمانہ ایک طوفان کی مانند ہوگا۔ اقبال نے بڑے خوبصورت علاقوں کے حوالے سے مذکورہ بالا منظرنامے میں موجود ایک گاتی ہوئی دوشیزہ کے کردار کو واضح کیا ہے۔ شام کا وقت ہے۔ آفتاب ابھی غروب ہُوا ہے۔ دہقان کی لڑکی گیت گاتی ہوئی گھر واپس جا رہی ہے۔

4,3۔ شاعر عالمِ خیال میں دریا کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے دریا! تجھے کیا خبر کہ کوئی شخص تیرے کنارے آئندہ زمانے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ میں جس آنے والے زمانے کا تصوّر کر رہا ہوں، وہ اگرچہ پردہ تقدیر میں ہے اور ابھی دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے، لیکن میں اُس کے آغاز کو دیکھ رہا ہوں۔ (الکبیر، قرطبہ کا مشہور دریا ہے، جس کے قریب ہی مسجد قرطبہ واقع ہے)

5۔ اِس شعر میں اقبال اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر میں آنے والے انقلاب کی تفصیل بیان کروں تو یورپی اقوام اس پر یقین نہیں کریں گی، اس لیے میں خاموش رہنا ہی مناسب سمجھتا ہوں۔ یا شعر کا مطلب یہ ہے کہ یورپ نے جو افکار اپنائے ہیں، اگر اُن کی حقیقت بیان کر دوں تو یورپ کے دانشور شاید اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے کہ سچ ہمیشہ تلخ ہوتا ہے۔

6۔ وہ زندگی موت سے بھی بدتر ہے جس میں انقلاب اور تغیر و تبدل کی صلاحیت نہ ہو۔ یہی نہیں بلکہ وہ انقلابی جدوجہد کو بین الاقوامی سطح پر زندگی سے تعبیر کرتے ہیں۔ مُراد یہ ہے کہ جس طرح ایک مقام پر ٹھہرا ہُوا پانی کچھ عرصے کے بعد سڑاند دینے لگتا ہے، یہی حال ایک قوم کا ہے کہ اگر اس میں عملی جدوجہد کا جذبہ موجود نہ ہو تو وہ عروج سے ہم کنار نہیں ہو سکتی۔ اِس مقصد کے لیے تو زندگی میں انقلابی عمل درکار ہوتا ہے۔ قوموں کی زندگی صرف انقلاب برپا کر سکنے پر منحصر ہے۔

7۔ جو قوم ہر وقت اپنے اعمال کا جائزہ لیتی رہتی ہے اور انقلاب برپا کرنے کی تیاری کرتی رہتی ہے، وہی قوم دستِ قضا میں شمشیر بنتی ہے، یعنی اللہ اُسی قوم کو اقوامِ عالم کی سرداری عطا فرماتا ہے۔

8۔ یہ شعر پوری نظم کی جان ہے، کیونکہ اس میں اقبال نے اپنا فلسفہ، جسے اُن کے پیغام کی رُوح سے تعبیر کر سکتے ہیں، بیان کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ قوموں کی ترقی دو باتوں پر موقوف ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ قوم کے سامنے کوئی نہ کوئی نصب العین ضرور ہونا چاہیے۔ جو قوم اپنا مقصدِ حیات متعین نہیں کرتی، اُس کی زندگی بالکل بے معنی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اُس نصب العین کے حصول کا جذبہ عشق کے درجے پر پہنچ جائے، کیونکہ عشق کے بغیر سب عزائم ناتمام رہتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے مستقبل سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اُنہیں اس حقیقت کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ انقلاب آئینِ حیات ہے، جس کو قرآنِ حکیم بایں الفاظ بیان کرتا ہے: ﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران:140) یعنی ''عروج و زوال کے دن ہم یونہی انسانوں میں باری باری لاتے رہتے ہیں۔'' آج ایک قوم برسرِ عروج ہے، کل دوسری قوم۔ پس مسلمانوں کو انقلاب برپا کرنے کی تیاری کرنی چاہیے، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر عشق کا جذبہ پیدا کر لیں۔ نصب العین کا حصول اِسی جذبۂ عشق پر موقوف ہے۔

روزے کے احکام اور
ماہ رمضان المبارک کی فضیلت و اہمیت

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 14 ستمبر 2007ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! رمضان کا بابرکت مہینہ ہم پر سایہ فگن ہو چکا ہے۔ یہ عظیم مہینہ نیکیوں کی فصل بہار ہے۔ اس میں شیاطین گرفتار کر لئے جاتے ہیں۔ ماحول میں نیکی اور بھلائی کی فضا طاری ہو جاتی ہے، اور نیکی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا تہہ دل سے شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے ہمیں یہ موسم بہار عطا کیا ہے، اور نیکی کا موقع عطا فرمایا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں، جو پچھلے سال ہمارے ساتھ تھے، مگر دوران سال وہ وفات پا گئے، اور یہ رمضان انہیں نصیب نہ ہو سکا۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ اِس مہینے کی برکات سے فیضیاب ہوں، نیکیوں کا خزانہ سمیٹیں، اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش طلب کریں، اُس کو راضی کریں، تاکہ آخرت کی دائمی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ حدیث رسول ﷺ کے مطابق یہ بات بڑی بدنصیبی، محرومی اور بربادی کی ہے کہ کوئی شخص رمضان کا مہینہ پائے اور اپنی مغفرت کا سامان نہ کر سکے۔

قرآن مجید میں روزے کی عبادت کا تفصیلی ذکر سورۃ البقرہ کے 23ویں رکوع میں ہے۔ اس رکوع میں روزے کی حکمت' غرض و غایت' قرآن مجید کے ساتھ تعلق' اس کا اصل حاصل اور احکام اور اعتکاف کے مسائل جیسے موضوعات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہوگا کہ ہم اس رکوع کی چند آیات کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

''مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو''
(البقرۃ: 183)

اس آیت میں روزے کی فرضیت کا ذکر ہے۔ اور ترغیب وتشویق کے لیے فرمایا کہ روزہ صرف تمہی پر فرض نہیں کیا گیا ہے' بلکہ سابقہ اُمتوں پر بھی فرض تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم ﷺ تک جو دین بھیجا ہے وہ اصلاً ایک ہی ہے' یعنی دین توحید۔ اس کے اہم ارکان میں روزہ ہمیشہ سے شامل رہا ہے۔ البتہ عربوں کا معاملہ یہ رہا کہ اڑھائی ہزار سال ان پر ایسے گزرے کہ ان کے ہاں کوئی نبی اور رسول آیا ہی نہیں۔ چنانچہ وہ ان چیزوں سے بالکل ناواقف تھے۔

اس آیت میں روزے کا اصل حاصل اور مقصود تقویٰ بتایا گیا ہے۔ ہمارے دین میں تقویٰ کی بڑی اہمیت ہے۔ تقویٰ تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اِس کا محل دل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک بار قلب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہوتا ہے'' (مسلم شریف)

تقویٰ اِس احساس کا نام ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے' اور ایک دن اللہ کے حضور حاضر ہو کر مجھے اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے۔ یہ احساس پیدا ہوگا تو پھر انسان اپنے طرز عمل کو صحیح بنیادوں پر استوار کرے گا۔ تقویٰ ہوگا تو سارا عمل ٹھیک ہوگا۔ آدمی نماز پڑھے گا تو اس میں خشوع وخضوع ہوگا' شریعت پر نیک نیتی سے عمل کرے گا۔ ورنہ شریعت کو بھی بازیچۂ اطفال بنا لے گا' جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ الغرض انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے والی چیز تقویٰ ہے۔ یہ حقیقی کامیابی کے لیے ناگزیر ضرورت ہے۔ قرآن کا مطالعہ کریں' اہل جنت کے تذکرہ میں اُن کی صفت تقویٰ کا ذکر آیا ہے۔ گویا کامیابی کے لیے تقویٰ کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً ''(جنت) تیار کی گئی ہے' متقین کے لیے'' (آل عمران: 133) اور ''کامیابی متقین کے لیے ہے۔'' (النبا: 31) اور فرمایا: ''بے شک متقین جنت میں ہوں گے اور اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہو رہے ہوں گے۔'' (الطور: 17) ایک اور مقام پر فرمایا: ''بے شک پرہیزگار بہشتوں اور چشموں میں (عیش کر رہے) ہوں گے۔'' (الذاریات: 15)

> نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
> کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزے سے سوائے بھوک (اور پیاس) کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور کتنے ہی رات کو قیام کرنے والے بھی ایسے ہیں جنہیں سوائے شب بیداری کے کچھ حاصل نہیں ہوتا

تقویٰ کی پونجی حاصل کرنے کے لیے دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ روزے کی عبادت فرض کی گئی ہے۔ روزہ اور قرآن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ روزہ سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے' اور اہل تقویٰ ہی کے لئے قرآن مجید ہدایت اور رہنمائی کا سامان ہے۔ جیسے فرمایا: ''یہ وہ کتاب ہے جس (کے منجانب اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں' ہدایت ہے متقین کے لیے۔'' (البقرہ: 2)

عام طور پر یہ اشکال اٹھایا جاتا ہے' کہ متقین تو پہلے ہی ہدایت یافتہ ہیں' انہیں ہدایت کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنی ہدایت سے فائدہ اٹھانے کے لیے تقویٰ کی تھوڑی بہت پونجی کا ہونا ضروری ہے۔ جس شخص کے ضمیر میں زندگی کی تھوڑی سی رمق بھی ہو تو گویا اُس کے اندر تقویٰ کی کچھ نہ کچھ پونجی موجود ہے' اور وہی قرآن سے فائدہ اٹھا سکے گا۔

اگلی آیت کے آغاز میں فرمایا:

''(روزے) گنتی کے چند دن ہیں''۔

اس رکوع کی ابتدائی دو آیات کے بارے میں ایک رائے' جو علامہ انور شاہ کاشمیری کی رائے بھی تھی' یہ ہے کہ ان کا تعلق رمضان کے روزے سے نہیں ایام بیض کے روزوں کی فرضیت سے ہے' جو رمضان کے روزوں سے پہلے فرض ہوئے تھے۔ یعنی ہر قمری مہینے کی 13' 14 اور 15 تاریخ کے روزے۔ اِن روزوں کی غرض و غایت یہ تھی کہ لوگوں کو روزے کی عبادت سے مانوس کیا جائے' کیونکہ عرب روزہ سے مانوس نہیں تھے۔ چنانچہ ان تین دنوں کے حوالے سے یہ بات بڑی مناسب معلوم ہے کہ تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ ''جو گنتی کے چند دن ہیں۔'' نبی اکرم ﷺ نے ان تین دن کے روزوں کی تاکید کی ہے۔ گو بعد میں جبکہ رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے' اُن کی فرضیت ختم ہو گئی' مگر اب بھی یہ سنت مؤکدہ کے درجے میں ہیں۔

اسی آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا: ''تو جوشخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دُوسرے دنوں میں (روزوں کا) شمار پورا کرے۔'' یعنی تمہیں یہ رعایت دے دی گئی' کہ اگر ان تین دنوں میں کوئی شخص بیمار پڑ گیا یا اسے کوئی سفر درپیش ہو گیا تو روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دوران سفر بعض اوقات روزہ چھوڑا بھی ہے اور بعض اوقات رکھا بھی ہے۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ اگر سفر سہولت کے ساتھ ہو اور کوئی مہم درپیش نہ ہو، دشمن کا خوف اور خطرہ اور جہاد وقتال کرنے کا مرحلہ نہ ہو کہ انسان بہت زیادہ تکلیف اور مشقت میں پڑ جائے، تو ایسی صورت میں روزہ رکھ لینا چاہیے، تاکہ وہ اِس ماہ مبارک میں روزہ رکھنے کی فضیلت سے محروم نہ رہے، لیکن یہ بات پیش نظر رہنی ضروری ہے کہ اپنے اوپر بے جا سختی نہ کی جائے۔ اور دوران سفر جو روزے رہ جائیں دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنی ہوگی۔ دوسری رعایت یہ کہ ''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے ایک محتاج کو کھانا کھلا دیں۔'' یہ گویا ایک روزے کا فدیہ تھا۔ البتہ بعد میں جب ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم آیا تو یہ دوسری رعایت ختم ہو گئی۔ ''اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو یہ اُس کے حق میں زیادہ اچھا ہے۔'' یعنی جو کوئی اپنی آزاد مرضی سے زیادہ نیکی کا کام کرے۔ یعنی ایک مسکین کے بجائے' دو یا چار مساکین کو کھلا دے تو یہ اُس کے لیے اور بہتر ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھئے ''اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔'' (البقرۃ: 184) اگر تم پر یہ بات منکشف ہو جائے کہ روزہ رکھنے میں کتنی خیر و برکت ہے تو تم اسے کبھی نہ چھوڑو۔

روزے کے یہ ابتدائی احکام ترغیب وتشویق کے لیے ہیں' تاکہ لوگ روزے سے مانوس ہو جائیں۔ مسکین کو کھانا کھلانے کے حکم کو نبی اکرم ﷺ نے بعد میں صرف ایک صورت میں باقی رکھا۔ وہ یہ کہ کوئی شخص مرض الموت میں مبتلا ہو یا ایسے مہلک مرض کا شکار ہو جس سے شفایابی کی کوئی امید نہ ہو یا کوئی شخص اتنا ضعیف اور بوڑھا ہو کہ وہ روزہ نہ رکھ سکے' تو ایسے اشخاص کے لیے یہ گنجائش ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں' اور فدیہ کے طور پر ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں' لیکن اب کسی تندرست اور بالغ شخص کو یہ اجازت حاصل نہیں کہ وہ روزہ رکھنے کی بجائے مسکین کو کھانا کھلا دے۔

اب آگے ماہ رمضان المبارک اور اُس کے روزوں کی فرضیت کا ذکر آ رہا ہے۔ فرمایا: ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' پہلے ماہ رمضان کا تعارف ہو رہا ہے۔ اسے بقیہ مہینوں پر قیاس نہ کرنا' کیونکہ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی عظیم نعمت نازل ہوئی ہے کہ زمین کے اوپر اس جیسی کوئی نعمت اور اس سے زیادہ فضیلت والی کوئی شے نہیں ہے۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن حکیم ہے۔ اور قرآن کیا شے ہے۔ ''یہ نوع انسانی کے لیے ہدایت ہے۔'' اور ہدایت ہی وہ سرمایہ ہے جس کی ہم نماز کی ہر رکعت میں دُعا مانگتے ہیں'' (اے اللہ) تو ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے دے''۔

دنیا کی زندگی میں انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہدایت ہے۔ اس ضرورت کو اللہ نے قرآن کی شکل میں پورا فرما دیا۔ یہ وہ ہدایت نامہ ہے جو پوری نوع انسانی کے لیے ہے۔ اِس میں مرد اور عورت، حکمران اور رعایا، عالم اور بے علم، والدین اور اولاد، خاوند بیوی، استاد اور شاگرد، کسان اور مزدور، غرض ہر شخص کے لئے رہنمائی کا وافر سامان موجود ہے۔

قرآن حکیم کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ ''اور (قرآن میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (یہ حق اور باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔'' یہ ہدایت کی روشن دلیلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ہدایت کو ہر انداز سے واضح کیا گیا' تاکہ ہر شخص جس میں ذرا بھی طلب ہو' وہ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

اسی سے معلوم ہوگا کہ کیا حق ہے اور کیا باطل ہے؟ یہ پیمانہ ہے جس پر ہر شے کو پرکھا جائے گا کہ کیا چیز درست ہے' کیا غلط ہے؟ کون سا نظریہ درست ہے' کون سا فلسفہ غلط ہے؟ کون سا طرز عمل درست ہے' کون سا غلط۔

یہ رمضان اور قرآن کا تعارف تھا۔ اب آیت کے اگلے حصے میں ماہ صیام کے روزے کا حکم دیا گیا:

''تو (اے مسلمانو!) تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے' اس پر فرض ہے کہ اس ماہ کے روزے رکھے۔''

یہ ہے صیام رمضان کی فرضیت کا واضح حکم۔ ماہ رمضان کے روزے ہر عاقل و بالغ پر فرض ہیں' خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہتا ہو۔ نابالغ شخص پر یا جو ذہنی طور پر بیمار اور عقل سے محروم ہو' روزے فرض نہیں ہیں۔

آگے روزہ کی قضا کا قاعدہ بیان ہوا ہے۔ فرمایا: ''اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دُوسرے دنوں میں (روزہ رکھ کر) اُن کا شمار پُورا کر لے۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا''۔ اس سے پہلے دو رعایتیں دی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک کو رمضان کے روزے کے معاملے میں بھی برقرار رکھا گیا۔ وہ یہ کہ جو کوئی حالت سفر میں ہو یا بیمار ہو' وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے' لیکن ضروری ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھ کر گنتی پوری کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہولت ہے' کیونکہ وہ تمہارے ساتھ آسانی اور نرمی چاہتا ہے' تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا' وہ تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا کہ بیمار ہو' تب بھی روزہ رکھو۔ سفر میں ہو تب بھی رکھو۔ نہیں' ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اسے انسان کی کمزوریاں اور limitations معلوم ہیں۔ ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ان کی رعایت کرتے ہوئے اس نے یہ احکام دیئے ہیں۔ اور تمہیں چاہیے کہ تم تعداد پوری کرو۔ یعنی مہینہ انتیس دن کا ہے تو 29 روزے پورے کرو اور اگر تیس کا ہے تو تیس روزے پورے ہونے چاہئیں۔

آگے فرمایا:

''اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ روزوں کا شمار پُورا کر لو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے، تم اُس کی بڑائی کرو اور اور تاکہ تم اُس کا شکر ادا کرو۔'' (البقرہ: 186)

جس طرح بغیر پیاس کے کوئی پانی پیش کر دے' تو نعمت کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس روزے کی عبادت اور قرآن کے باہم تعامل سے تم گزرو گے تو اس نعمتِ ہدایت کی عظمت کا تمہیں احساس ہوگا۔ پھر اندر کی پیاس یعنی ہدایت کی طلب پیدا ہوگی اور اس حالت میں جب آیات قرآنی کا فیضان ہوگا تو تم صحیح معنوں میں شکر ادا کرو گے۔ کبریائی کا اعلان اور شکر دراصل رمضان کی تکمیل پر شکرانۂ رمضان ہے۔ یہاں لطیف اشارہ عید الفطر کی طرف ہے۔ عید کے موقع پر ہم مسجد آتے جاتے تکبیرات کہتے ہیں اور مسجد میں دو رکعات نماز ادا کرتے ہیں۔ اور ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکیں کہ اُس نے ہمیں رمضان کا عظیم اور بابرکت مہینہ عطا فرمایا، اور اِس میں گناہوں سے توبہ اور استغفار کی توفیق بخشی۔

ماہ رمضان کی فضیلت

آنحضور ﷺ نے ماہ شعبان کے آخری روز ماہ رمضان المبارک کی اہمیت' اس کی فضیلت اور برکات کے حوالے سے ایک نہایت جامع خطبہ ارشاد فرمایا' جو حکمت نبوی ﷺ کا ایک عظیم خزانہ ہے۔ رمضان المبارک گزارنے کے لیے ذہن کی تیاری کے حوالے سے یہ خطبہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ نیکیوں کے اس موسم بہار سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہمیں پورے شعور اور ادراک کے ساتھ تیاری کرنی چاہیے۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم پر ایک بہت عظمتوں والا مہینہ سایہ فگن ہوا چاہتا ہے' یہ بہت بابرکت ہے۔'' برکت سے مراد کسی چیز میں بڑھوتری اور اضافہ ہے۔ اس برکت کا مظہر یہ بھی ہے کہ ''اس مہینے میں ایک رات ایسی آتی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے۔'' یہاں قرآن مجید کی سورۃ القدر کا حوالہ ہے۔ ہزار مہینوں کی عبادت

مسلمانوں پر دن کا روزہ تو فرض کر دیا گیا' جب کہ رات کے قیام کی ترغیب دلائی گئی۔ قیام اللیل سے مراد قرآن کے ساتھ جاگنا ہے' جس کی سب سے اعلیٰ شکل یہ ہو سکتی ہے کہ ایک شخص رات کا بڑا حصہ اللہ کے سامنے حاضر ہو کر تراویح اور تہجد میں قرآن پڑھتے ہوئے گزارے

ایک طرف اور اس رات کی عبادت ایک طرف ہے۔ یہ موقع اللہ نے دیا ہے‘ لیکن یہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ انسان ارادہ کر لے تو اللہ بھی راستے کھولتا ہے۔

’’اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس کی راتوں میں قیام باعث اجر و ثواب ہے۔‘‘ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نرمی رکھی ہے‘ اس لیے دن کا روزہ تو فرض کر دیا گیا‘ جب کہ رات کے قیام کی ترغیب دلائی گئی۔ قیام اللیل سے مراد قرآن کے ساتھ جاگنا ہے‘ جس کی سب سے اعلیٰ شکل یہ ہو سکتی ہے کہ ایک شخص رات کا بڑا حصہ اللہ کے سامنے حاضر ہو کر تہجد یا تراویح میں قرآن پڑھتے ہوئے گزارے۔ رات کو صرف کھڑے رہنا یا نوافل پڑھتے چلے جانا مقصود نہیں ہے‘ بلکہ قیام اللیل سے مراد نوافل میں زیادہ سے زیادہ قرآن حکیم کا پڑھنا ہے۔ شب قدر کی فضیلت کی بنیاد بھی یہی ہے کہ اس میں قرآن نازل کیا گیا۔

رات کا قیام فرض نہیں کیا گیا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے۔ وہ ہم پر مشکل ڈالنا نہیں چاہتا۔ اُسے معلوم ہے کہ مسلمانوں میں وہ بھی ہیں جو محنت کش ہیں، مزدور ہیں، کسان ہیں، جو سارا دن محنت مزدوری کر کے رات کو جاگ نہیں سکتے، لامحالہ انہیں اپنی نیند پوری کرنی ہے۔ لہٰذا قیام اللیل فرض نہیں کیا گیا، تاہم اس کی بڑی تشویق دلائی گئی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں باجماعت تراویح کا جو نظام رائج ہوا، اور جسے پوری امت نے قبول کیا، اِسی غرض سے تھا کہ مسلمان اکٹھے ہو کر قرآن سنیں، اور اگر پوری پوری رات یا اُس میں زیادہ جاگنا کسی کے لئے ممکن نہ ہو تو بھی قیام اللیل کا اِس قدر حصہ ہر مسلمان کو مل جائے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ تراویح کے ساتھ ساتھ رات کے آخری پہر بھی قیام کرتے تھے اور آخری عشرہ میں تو نبی اکرم ﷺ اور بہت سے صحابہ کرامؓ کا پوری پوری رات جاگنے کا معمول تھا۔ نبی اکرم ﷺ اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔ تاکہ وہ بھی اس کی برکات اور فضیلت سے فیضیاب ہوں۔

’’جس کسی نے اس مہینے میں کسی ایک نیکی (غیر فرض عبادت) کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہا تو وہ ایسے ہے جیسے سال کے دوسرے مہینوں میں اس شخص نے فرض ادا کیا۔ اور جس شخص نے ایک فرض ادا کیا‘ اس نے گویا سال کے دوسرے مہینے میں ستر فرائض ادا کیے۔‘‘ معلوم ہوا کہ گویا نیکیوں کی لوٹ سیل لگی ہے۔ نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا اجر ستر فرائض کے برابر دیا جا رہا ہے، اور ستر کا عدد بھی کثرت کے لئے آیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نیکی کا اجر اِس سے بھی زیادہ عطا کرتا ہے، اور روزے کے اجر و ثواب کا تو کوئی شمار نہیں۔ حدیث قدسی ہے، روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

’’یہ صبر کا مہینہ ہے‘‘۔ روزے کی حالت میں انسان کو بھوک اور پیاس لگی ہو‘ بہترین کھانے اور ٹھنڈے مشروبات سامنے ہوں‘ لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو ان سے روکے رکھتا ہے۔ اسی طرح جنسی خواہش کو پورا کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ ایک صبر تو یہ ہے۔ لیکن ایک دوسری قسم کا صبر بھی ہے جس سے مراد جھوٹ بولنے اور گناہ کے کاموں سے بچنا ہے۔ اس کے بغیر بھی روزہ مکمل نہیں ہوتا۔ احادیث کی رو سے جس شخص نے روزے کے دوران بھی جھوٹ بولنا اور گناہ کے کاموں کو ترک نہ کیا تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ اس طرح درحقیقت اس نے فاقہ کیا ہے۔

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزے سے سوائے بھوک (اور پیاس) کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور کتنے ہی رات کو قیام کرنے والے بھی ایسے ہیں جنہیں سوائے شب بیداری کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔‘‘

اگر کوئی شخص قرآن تو سن رہا ہے لیکن اپنے ضمیر کے دروازے کھولنے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس کے لیے یہ محض شب بیداری ہے۔ چنانچہ اس مہینے کی برکات سے فائدہ اٹھانے کے لیے ذہنی اور نفسیاتی تیاری بھی ضروری ہے۔

آپؐ نے صبر کے اجر کی وضاحت بھی فرمائی کہ: ’’صبر کا بدلہ جنت ہے۔‘‘ صبر اصل میں پورے دین کا ایک جامع عنوان ہے۔ اگر صبر کے مفہوم کو کھولا جائے تو گناہوں سے رکنا بھی صبر ہے‘ اطاعت پر کاربند ہونے کے لیے بھی صبر اور استقامت درکار ہے‘ جبکہ توکل کو بھی اس عنوان کے تحت واضح کیا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑا صبر یہ ہے کہ آدمی دنیا کے بجائے آخرت کو اپنی منزل بنا لے۔ سارا صبر اس کے اندر سمٹ آتا ہے۔ قرآن مجید میں بعض جگہوں پر بیان ہوا ہے کہ اہل جنت اس وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے کہ انہوں نے دنیا میں صبر کیا تھا۔

اور آگے فرمایا: ’’اور یہ باہمی ہمدردی اور غم گساری کا مہینہ ہے۔‘‘ وہ لوگ جن کے کھانے کے اوقات مقرر ہیں‘ جب روزے رکھتے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ بھوک اور فاقہ کسے کہتے ہیں‘ اور وہ لوگ کہ جنہیں دو وقت کی روٹی میسر نہیں‘ ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے! اور اِس طرح اُن میں ہمدردی اور غمگساری کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

’’اور یہ مہینہ وہ ہے جس میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔‘‘ یہ وہ پہلو ہے جو مادہ پسند اور مادیت پرست لوگوں کو نظر ہی نہیں آ سکتا۔ ان کے نزدیک تو اس مہینے میں قوتِ کار کم ہوتی ہے‘ دفتر کے اوقات کار بھی کم ہوتے ہیں لہٰذا آمدنی میں بھی کمی ہو گی‘ لیکن یہ ساری باتیں سطحی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کا محتاج نہیں ہے۔ وہ مسبب الاسباب ہے۔ وہ وہاں سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے ہمیں گمان بھی نہیں ہوتا۔

’’اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروا دے‘ (صرف یہی نہیں کہ اپنے دوست احباب کو بلایا جائے‘ بلکہ غرباء مساکین اور محتاجوں کا روزہ افطار کروا دے) تو اس کا یہ عمل اس کے گناہوں کی بخشش اور اس کی گردن کو آگ سے چھڑانے کا موجب بنے گا۔ اور اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا‘ اور روزہ دار کے اجر میں کوئی بھی کمی نہیں کی جائے گی۔‘‘ گویا دونوں پہلوؤں سے وضاحت کر دی گئی کہ افطار کروانے والے کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا‘ جبکہ روزہ دار کا اجر اپنی جگہ پورا محفوظ ہے۔

آنحضور ﷺ سے عرض کیا گیا‘ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص میں تو اتنی استعداد نہیں کہ وہ کسی روزہ دار کو افطار کروائے۔‘‘ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ یہ اجر و ثواب اس شخص کو بھی عطا کرے گا جو دودھ یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی روزہ دار کو افطار کرائے۔‘‘ یعنی جسے اور کچھ میسر نہیں ہے وہ صرف پانی یا دودھ کے ایک گلاس میں ہی اپنے روزہ دار بھائی کو شریک کر لے تو اسے پورا اجر ملے گا۔ اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ افطاری میں اپنے لیے تو انواع و اقسام کی چیزیں ہوں‘ جبکہ روزہ دار کو دودھ کے ایک گھونٹ پر افطار کروا دیا جائے۔

’’اور جو روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلا دے‘ اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض (کوثر) سے ایسا مشروب پلائے گا کہ پھر جنت میں داخلے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔‘‘ محتاجوں کو افطار کرانے اور کھانا کھلانے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرے سے طبقاتی کشمکش ختم ہو جاتی ہے۔

’’اور یہ مہینہ وہ ہے جس کا پہلا حصہ رحمت ہے‘ اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے نجات ہے۔‘‘ یہ وہ ہدف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے معین فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو اس عذاب الیم سے بچاؤ جو ہر انسان کا منتظر ہے۔

اپنے خطبے کے آخر میں آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’اور جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام اور خادم کے کام میں تخفیف کرے گا‘ (یعنی اس خیال سے کام کے بوجھ کو ہلکا کرے گا کہ یہ روزہ دار ہے اور معمول کی مشقت گھٹا دے گا) تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور اسے جہنم سے چھٹکارا دلا دے گا۔‘‘

یہ خطبۂ مبارک رمضان آنے سے قبل آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ رمضان المبارک کی زیادہ سے زیادہ برکات حاصل کی جا سکیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ماہ رمضان کی مبارک ساعتوں سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

ایک اور سوموٹو ایکشن کی ضرورت

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ
بانی تنظیم اسلامی

وطن عزیز پاکستان اپنی عمر کے ساٹھ سال مکمل کر چکا ہے مگر اس کی سیاست کا سفینہ حسب معمول سیلاب کے بے رحم تھپیڑوں کے رحم وکرم پر ہے۔ حکمرانوں سمیت تمام سیاستدان اپنے اپنے داؤ آزمانے میں مصروف ہیں۔ حکمرانوں کی کوشش ہے کہ کسی صورت اور کسی بھی قیمت پر اُن کا اقتدار بچ جائے اور سیاستدانوں کی کوشش ہے کہ کسی بھی طریق سے اُن کی رسائی مسند اقتدار تک ہوجائے۔ اس ''مقصد عظیم'' کے لئے ہر سیاستدان (خواہ وہ سیکولر ہو یا مذہبی) امریکہ بہادر کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہے اور بلا چوں وچرا اُس صلیبی جنگ کا ہراول دستہ بننے کے لئے تیار ہے جس کا میدان صدر بش نے دہشت گردی کے نام پر اسلام اور اس کے متوالوں کے خلاف گرم کیا ہوا ہے۔ ہر کوئی قوال کی مانند ایک ہی راگ الاپ رہا ہے کہ ہم ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ کریں گے۔ گویا کیفیت یہ ہے کہ جس کا اظہار شورش کشمیری مرحوم نے ان اشعار میں کیا تھا کہ:

نئے وزیر، نئے شہریار آئے ہیں
چمن میں دشمنِ فصل بہار آئے ہیں
نہ اُن میں نکتہ شناسی نہ ان میں فہم بلند
عجب لوگ سرِ اختیار آئے ہیں
ہمارا خون جھلکتا ہے اُن کے ظروں میں
جدید وضع کے پروردگار آئے ہیں
قمارخانہ دانش میں نقد زر کے لئے
بہ زعم خویش خودی کو بھی ہار آئے ہیں

ہماری سیاسی تاریخ کا المیہ ہے کہ ہمارے اکثر سیاستدان ضمیر کے سوداگر ہیں اور اُن کے لئے سیاست اور اقتدار محض دولت کمانے اور عیاشیاں کرنے کا ذریعہ ہے۔ ملک وقوم کے درد کے ''نغمات'' صرف ان کی نوک زبان تک محدود ہیں۔ موجودہ حکمران ٹولے کا بھی یہی حال ہے کہ جس نے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگایا مگر اُس کی جڑوں پر زوردار طریقے سے تیشہ بھی انہوں نے چلایا۔ محض اپنے اقتدار کی خاطر مسلمہ اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے محکم پالیسیوں پر یوٹرن لینے کو قابل فخر گردانا گیا اور اس ضمن میں امریکی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے تمام حدوں کو پھلانگا گیا جس کی مثالیں مہذب دنیا کی تاریخ میں مفقود ہیں۔ اور انہی مثالوں میں سے ایک مثال یہ بھی قائم کی گئی کہ اپنی وردی (کھلوی) کو تسلیم کرنے کی امریکی یقین دہانی پر جرنیلی آمر نے پاکستان کی جوہری توانائی کے خالق ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو قومی ہیرو کے منصب سے معزول کر کے ''قومی مجرم'' بنا دیا۔ اس بات کا انکشاف برطانوی اخبار سنڈے ٹائمز نے حال ہی میں شائع ہونے والی ایک کتاب کے اقتباسات شائع کر کے کیا ہے۔ کتاب میں کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر قدیر خان کی گرفتاری کے لئے 2004ء میں امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ آرمیٹج نے صدر مشرف سے ملاقات کی اور اُنہیں مجبور کیا کہ وہ ڈاکٹر قدیر خان کو گرفتار کریں۔ جس کے جواب میں جنرل مشرف نے انہیں

> **برطانوی اخبار سنڈے ٹائمز نے انکشاف کیا ہے کہ ہمارے فوجی صدر نے اپنی وردی کو تسلیم کرنے کی امریکی یقین دہانی پر ڈاکٹر قدیر خان کو قومی ہیرو سے قومی مجرم بنادیا۔**

گرفتار کیا، اور اُنہیں مجبور کیا کہ وہ ٹی وی پر اپنے ''گناہوں'' کا اعتراف کریں۔ مذکورہ بالا خبر کو روزنامہ جنگ نے بھی 3رستاعت میں شائع کیا ہے۔ اس سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار جیو ٹی وی کے پروگرام ''جوابدہ'' میں سابق وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی نے بھی کیا ہے۔ اُنہوں نے بھی اعتراف کیا کہ ہم نے ڈاکٹر قدیر خان کو امریکہ کے کہنے پر گرفتار کیا۔ اس صورت حال میں صدر مشرف کے ''سب سے پہلے پاکستان'' کے انوکھے فلسفے کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ فلسفہ ایک ڈھکوسلہ ہے۔ اس کیفیت کے بارے میں حبیب جالب مرحوم نے کہا تھا کہ

نہ تیرا پاکستان ہے، نہ میرا پاکستان ہے
یہ اُس کا پاکستان ہے جو صدرِ پاکستان ہے

محض اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے ہر ہتھکنڈا استعمال کرنے کا نتیجہ ہے کہ آج وطن عزیز پاکستان بدترین سیاسی بحران سے گزر رہا ہے اور حکمران طبقے کی نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی ''حیثیت عرفی'' کو شدید دھچکا لگا ہے اور ممکن ہے کہ موجودہ حکومت ڈیل کے باوجود اپنے بدترین انجام سے دوچار ہوجائے اور یہ انجام اب نوشتۂ دیوار ہے۔ موجودہ حالات حکمرانوں کے لئے مہلت ہیں مگر فی الحال نظر نہیں آتا کہ حکمران ان حالات کو مہلت تصور کریں بلکہ وہ تو حالات کی سنگینی کے باوجود چین کی بانسری بجانے میں مصروف ہیں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ حکمران ایسے اقدامات کریں جس سے ملک وقوم کا بھی بھلا ہو اور ان کے غلط اقدامات کا کفارہ بھی ہوسکے۔

9/11 کے واقعہ کے بعد راقم الحروف کو بھی ایک اجلاس میں ایوان صدر مدعو کیا گیا تھا۔ جہاں میں نے عرض کیا صدر صاحب! اگر آپ نے اس وقت طالبان کے خلاف امریکہ کا آلہ کار بننا پسند کیا تو تین باتیں نوٹ فرمالیں۔ اولاً یہ عدل انصاف کے مسلمہ اصولوں سے بغاوت ہوگی، اس لیے کہ ابھی کوئی جرم ثابت نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ کہ یہ غیرت اور حمیت کے خلاف ہوگا۔ ہم نے طالبان حکومت کی حمایت کی۔ پاکستان نے طالبان کو بے نظیر کے دور حکومت میں وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کے ذریعے سے اسپانس کیا اور خود امریکہ اسے سپانسر کرنے والوں میں شامل ہے، اور ہم نے طالبان حکومت کو تسلیم بھی کیا ہے اور اسلام آباد میں آج بھی اس کا سفارت خانہ موجود ہے، ان کے سفیر ملا ضعیف یہاں موجود ہیں۔ بس صرف ایک دھمکی پر ہم ان سے پیٹھ پھیرلیں، یہ سراسر غیرت وحمیت کے منافی ہے۔ آخر غیرت بھی کسی شے کا نام ہے

غیرت ہے عجب چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا!

لیکن ہمارا حال بحیثیت مجموعی یہ ہوگیا ہے کہ اب کوئی غیرت و حمیت باقی نہیں رہی۔ ع ''حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے۔'' اور تیسری بات میں نے یہ کہی کہ ''یہ اللہ اور اس کے دین اسلام کے خلاف بغاوت ہوگی۔ اس لیے کہ ایک مسلمان ملک کے خلاف ایک غیر مسلم کی مدد کرنا اسلام سے بغاوت ہے۔''

صدر صاحب نے اپنی تقریر میں تین مصلحتیں بیان کی تھیں کہ ''امریکہ کا ساتھ دینے سے (i) ہمارا کشمیر کا مسئلہ حل ہوجائے گا، امریکہ اسے حل کرادے گا۔ (ii) ہمارا ایٹمی اثاثہ محفوظ رہے گا۔ (iii) ہم اس وقت کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوں گے۔'' میں نے کہا ''آپ کی یہ تینوں باتیں ٹھیک ہیں، لیکن یہ عارضی ہیں۔ بہت جلد آپ کی باری بھی آ کر رہے گی۔ اس لیے کہ ان تمام واقعات کے پیچھے اصل سازش اسرائیل کی ہے، توقع یہ تھی کہ امریکہ ایک دم افغانستان اور اس کے حامی پاکستان پر جھپٹے گا، لہٰذا آپ کی باری تو آ کر رہے

گی، یہ نہ سمجھیے کہ آپ بچ جائیں گے۔'' اب مجھے قطعاً خوشی نہیں ہے کہ میری پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ مجھے افسوس ہے، لیکن مجھے بھی یہ توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ وہ تمام مصلحتیں ایک ایک کر کے دامن چھڑاتی جا رہی ہیں۔ مثلاً مسئلہ کشمیر کو لے لیجئے، حکمرانوں نے اپنی غلط پالیسوں کے نتیجے میں اسے عقدہ لاینحل بنا دیا ہے۔ بھارت کے ساتھ امریکہ کے دفاعی معاہدوں کے بعد صدر امریکہ سے مسئلہ کشمیر میں کسی قسم کی ہمدردی کی توقع رکھنا جنت الحمقاء میں رہنے کے مترادف ہے۔ موجودہ حالات میں اس مسئلہ کا حل نہ اقوام متحدہ (یہ ادارہ امریکہ کا طفیلی ادارہ بن چکا ہے) کی قراردادیں ہیں اور نہ جنگ ہے بلکہ عالمی سازش گر امریکہ نے اس مسئلہ کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا ہے اور اس کا منصوبہ یہ ہے کہ بھارت اور پاکستان سے کشمیر اور شمالی علاقہ جات کو ''واگزار'' کرا کر اس خطہ کو ''آزادی'' عطا کر دی جائے اور اسے اسرائیل کی مانند مشرقی ایشیاء کے قلب میں چین، روس، بھارت، ایران اور پاکستان کو کنٹرول کرنے کے لئے اپنا دوسرا ٹھکانہ بنالیا جائے۔

امریکہ نے ایٹمی پروگرام کے ضمن میں تو ہمارے خلاف بھرپور مقدمہ تیار کر رکھا ہے اور ہمارے کمانڈو حکمران نے ڈاکٹر قدیر کے خلاف کمانڈو آپریشن کر کے امریکہ کو پاکستان کے خلاف جاندار مقدمہ تیار کرنے کے لئے بھرپور دلائل فراہم کر دیئے ہیں جس کے بعد ایٹمی اثاثے کو محفوظ سمجھنا دل کے بہلانے کے مترادف ہے۔ ایٹمی مسئلہ کو جواز بنا کر امریکہ کسی وقت ہمیں بھی عراق اور افغانستان کی طرح ٹارگٹ بنا سکتا ہے۔ ان حالات میں راقم الحروف عدالت عظمیٰ سے گذارش کر رہا ہے کہ جناب چیف جسٹس افتخار محمد چودھری صاحب جہاں آپ کئی انقلابی فیصلے صادر فرما رہے ہیں اور کئی بے گناہ افراد کو حکومتی جیلوں سے رہا بھی کرا چکے ہیں وہاں پر ایک اور سوموٹو ایکشن لیجئے اور قومی ہیرو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو بھی رہائی دلائیں۔ کیونکہ برطانوی اخبار سنڈے ٹائمز کی خبر اور سابق وزیراعظم میر ظفر اللہ جمالی کے بیان کے بعد ثابت ہوگیا ہے کہ قومی ایٹمی توانائی کے خالق ڈاکٹر عبدالقدیر خان ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں اور ان کے خلاف عائد کردہ چارج شیٹ بھی مشکوک ہے۔

دوسری گزارش عوام الناس سے ہے کہ پاکستان کی اساس اسلام ہے۔ اور پاکستان کی نظریاتی اساس کو مستحکم کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس حقیقت کا ادراک اور اعتراف کیا جائے کہ پاکستان کی بقاو استحکام اور ملک میں قومی یکجہتی کی بحالی اور دوسرے تمام عوامل سے بڑھ کر اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام اور شریعت اسلامی کے نفاذ پر منحصر ہے۔ اور اس مقصد کے لئے ایک زبردست عوامی تحریک کی ضرورت ہے جو پُرامن اور منظم ہو، جو انتخابی کشاکش سے بچتے ہوئے صرف اور صرف نظام اسلامی کے قیام کا مطالبہ لے کر اُٹھے۔ (شائع شدہ روزنامہ جنگ)

بقیہ: روزہ کی روح: تقویٰ

صداقتوں کا عشق، راستبازی کی شیفتگی اور برائیوں سے اجتناب کی قوت پیدا ہو، اور یہی چیز روزہ کا اصل مقصود ہے۔ اور باقی سب کچھ بمنزلہ وسائل و ذرائع کے ہے۔''

اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں:

''اگر یہ فضیلتیں ہمارے اندر پیدا نہ ہوئیں، تو پھر روزہ روزہ نہیں ہے بلکہ محض بھوک پیاس کا عذاب اور دکھ ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ احادیث نبویہ میں روزہ کی برکتوں کے لئے احتساب کی شرط قرار دی گئی۔

﴿مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ﴾ (متفق علیہ)

''جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے اور جو رمضان (کی راتوں) میں کھڑا رہا (قرآن سُننے اور سُنانے کے لیے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کی بھی سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں۔''

لاحاصل روزہ

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ

''جس شخص نے (روزے کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' (بخاری)

اور ایک دوسری حدیث میں آپ ؐ کا فرمان ہے کہ

''کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں، جنہیں ان کے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں ملتا۔'' (بخاری)

✿✿✿✿✿

بقیہ: کالم آف دی ویک

تقاضوں کے پابند ہوتے ہیں اور اپنی مرضی سے اقتدار میں ایک دن کا اضافہ بھی نہیں کر سکتے۔ نیم مہذب ملکوں کے حکمران بھی جب محسوس کرتے ہیں کہ اُن کا اقتدار، ملک کی سلامتی کے لئے خطرہ بنتا جا رہا ہے اور اس کی دیواریں کپکپانے لگی ہیں تو وہ بادل ناخواستہ ہی سہی اقتدار سے الگ ہو جاتے ہیں۔ صدر پرویز مشرف کے سامنے بھی وہ فیصلہ کن گھڑی آ چکی ہے، انہیں اپنی ذات اور پاکستان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ داخلی سیاسی و آئینی بحران سے قطع نظر، وزیرستان اور دیگر قبائلی علاقوں میں جاری جنگ اس وقت تک ٹھنڈی نہیں پڑے گی جب تک صدر مشرف منظر سے ہٹ نہیں جاتے۔ وہ اپنے مزید پانچ سالہ دور کے لئے آئین و قانون کی گچی تو مروڑ سکتے ہیں لیکن وہ آگ ٹھنڈی نہیں ہوگی جو مسلسل بھڑک رہی ہے اور جس کے شعلے اب ''غازی میس'' جیسی قلعہ بندیوں کو بھی چاٹنے لگے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

✿✿✿✿✿

روزہ اور رمضان المبارک کی عظمت وفضیلت سے آگاہی
اور عظمتِ انسان سے واقفیت کے لئے
صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ
کے دو کتابچے —— خود پڑھیے اور احباب کو تحفتاً پیش کیجیے:
عظمتِ صوم
حدیث قدسی فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ کی روشنی میں
اشاعت خاص: 12 روپے — اشاعت عام: 6 روپے
عظمتِ صیام وقیامِ رمضانِ مبارک
اشاعت خاص: 18 روپے — اشاعت عام: 10 روپے
شائع کردہ: مکتبہ خدام القرآن
36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501

پاکستان کی سیاست اور باکسنگ کا کھیل

محمد سمیع

سیاست اور ملکی دفاع دو الگ الگ میدان ہیں اور جس طرح ہر کھیل کے اپنے قواعد ہوتے ہیں اور جیت اسی کھلاڑی کی ہوتی ہے جو اپنے کھیل کے قواعد کو پیش نظر رکھے، اگر کھلاڑی اپنے کھیل میں کسی اور کھیل کے قواعد کو استعمال کرے گا تو شکست اس کا مقدر ہوگی، سیاست کے اپنے قواعد ہوتے ہیں اور ملکی دفاع کے اپنے۔ اب اگر کوئی سیاستدان سیاست میں ملکی دفاع کے قواعد استعمال کرے گا تو اُسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی طرح اگر کوئی فوجی بھی سیاست میں ملکی دفاع کے قواعد استعمال کرے گا تو اسے بھی ناکامی ہی ہوگی۔

ملکی دفاع ایک Rough and tough جاب ہے۔ یہاں طاقت کا استعمال ناگزیر ہے۔ اگر کسی ملک کی فوج طاقت ور نہ ہو تو وہ کسی بھی جارح ملک کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ فوج میں مشقیں کرائی جاتی ہیں، اتنی سخت مشقیں کسی اور شعبہ میں نہیں ہوتیں۔ لہٰذا ہر فوجی ملک کی طاقت کی علامت ہوتا ہے۔ جنگ کے موقع پر وہ بے جگری سے لڑتا ہے اور ان میں سے کچھ کو شہادت عطا ہوتی ہے۔ قوم اس کی شجاعت کے اعتراف کے طور پر اس کی شہادت کے بعد بھی اسے ''نشان حیدر'' جیسے اعلیٰ اعزاز سے نوازتی ہے اور اگر شجاعت کے مظاہرہ کے بعد غازی ٹھہرتا ہے تو اسے بھی قوم مختلف اعزازات سے نوازتی ہے۔ فوجی اور طاقت کا استعمال لازم وملزوم ہیں اور اگر فوجی ایک کمانڈو بھی ہو تو یہ سونے پر سہاگہ والی بات ہوتی ہے۔ فوجی کمانڈو تو فوجی ملازمت کے دوران خطرات کے دوران حالات کا مقابلہ کرنا سیکھتا ہے اور دوران جنگ خطرات سے نمٹنے کی صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہے۔ گویا اس کی پوری زندگی خطرات سے کھیلتے گزرتی ہے۔

ہمارے صدر مملکت بھی اتفاق سے فوجی کمانڈو واقع ہوئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ چند برسوں سے اپنی حکومت کی پالیسیوں کی بناء پر خطرات سے کھیل رہے ہیں اور ہمیں یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ انہوں نے اس عرصہ میں اپنے آپ کو ایک لائق کمانڈو ثابت کیا ہے کیونکہ ایک فوجی ہی ان غیر معمولی حالات کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ یقیناً وہ بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہیں۔ لیکن ہر فوجی حکمران کی طرح انہوں نے اپنے دور میں طاقت کا جا و بے جا استعمال کیا ہے، حالانکہ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ طاقت کا استعمال فوج میں تو ناگزیر ہے لیکن ملکی سیاست کے تقاضے کچھ اور ہوتے ہیں۔ یہاں تو حالات کے مطابق

> بدقسمتی یہ ہے کہ طاقت کا استعمال جنرل مشرف کی ذات کا حصہ بن چکا ہے۔ لہٰذا ایسے موقع پر بھی جب وہ چاروں طرف سے گھر چکے ہیں، وہ مخالفین کے لئے طاقت کی زبان ہی استعمال کرتے نظر آ رہے ہیں

پالیسی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ ایک سیاستدان اگر کہیں حالات کے تحت ''مومن فولاد'' بن جاتا ہے تو کہیں اسے ''بریشم کی طرح نرم'' بھی پڑنا پڑتا ہے۔ ہمارے صدر مملکت نے ہمیشہ طاقت کی زبان استعمال کی ہے اور چونکہ غلط جگہ یعنی سیاسی میدان میں استعمال کی ہے لہٰذا ان کی اس ساری Exercise کا نہ تو ملک کے لئے کوئی مثبت نتیجہ نکلا ہے اور نہ خود ان کی اپنی ذات کے لئے۔ بلکہ کارگل میں ہزیمت کو پیش نظر رکھا جائے تو بحیثیت فوج کے سپہ سالار کے طاقت کے استعمال میں وہاں بھی وہ ناکام رہے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ طاقت کا استعمال ان کی ذات کا حصہ بن چکا ہے۔ لہٰذا ایسے موقع پر بھی جب وہ چاروں طرف سے گھر چکے ہیں، وہ مخالفین کے لئے طاقت کی زبان ہی استعمال کرتے نظر آ رہے ہیں۔ انہوں نے سیاست کو باکسنگ کے کھیل سے تشبیہہ دیتے ہوئے فرمایا کہ باکسنگ کے کھیل میں نرم پنچہ بھی استعمال ہوتا ہے اور سخت پنچہ بھی اور جیت بالآخر سخت پنچے کی ہوتی ہے۔

محمد علی مشہور زمانہ ہیوی ویٹ چیمپئن رہے ہیں وہ اپنے حریف کے مقابلے کے موقع پر ایک اور گر بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ یہ کہ اپنے حریف پر الفاظ کا شدید حملہ کرتے ہوئے اسے اشتعال دلانے کی کوشش کرتے تھے اور اس کے نتیجے میں ایک موقع ایسا بھی آتا تھا کہ ان کا حریف بار بار اشتعال کے نتیجے میں تھک کر چور ہو جاتا تھا، اور پھر محمد علی اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے چت کر دیتے تھے۔ دیکھا جائے تو صدر مملکت کے حریفوں نے یہی حربہ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ وکلاء، اور سیاست دانوں وغیرہ نے انہیں اشتعال دلا دلا کر تھکا دیا ہے لیکن وہ کمانڈو کیسا جو اپنی ہار مان لے۔ اس حال میں بھی طاقت کی دھمکی کا مطلب تو یہی نکلتا ہے۔ اب تک تو صورتحال یہ ہے کہ ان سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ وردی اتار کر سیاست کریں۔ اس صورت میں تو پھر بھی یہ موقع موجود ہے کہ ملکی سیاست میں انہیں کوئی نہ کوئی مقام حاصل رہے۔ بہت تھوڑے سیاستدان ایسے ہیں جو انہیں با وردی کیا بغیر وردی بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ لیکن اُن کی حالیہ دھمکی کا تو صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ وہ ملک کو مارشل لاء کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اُن کے سخت پنچہ کی ضرب کا یہی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں ہوگا کیا؟ مارشل لاء کوئی اور ''یحییٰ خان'' لگائے گا۔ اس وقت ان کی پوزیشن کیا ہو گی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ آپ بقیہ زندگی ایوب خان کی طرح گالف کھیلتے گزار دیں گے۔ لیکن ذرا سوچئے! کہ آپ کے غلط فیصلے کے نتیجے میں امت مسلمہ کو جس نقصان سے گزرنا پڑ رہا ہے، آئندہ کا مورخ اسے کس طرح بیان کرے گا۔ اُن کا تاریخ میں کیا مقام ہوگا، اس کا اندازہ اُن کو خود ہوگا کیونکہ ہر ڈکٹیٹر کی طرح اپنے آپ کو ''عقل کل'' سمجھنے کی ''دانش'' اُن میں موجود ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں قائداعظم اور علامہ اقبال کا بھی ایک مقام ہے اور ایوب خان اور یحییٰ خان کا بھی فرق صاف ظاہر ہے!

روزہ کی روح: تقویٰ

عبدالرشید عراقی

ارکان اسلام میں روزہ تیسرا رکن ہے۔ اور یہ رکن صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص نہیں کیا گیا، بلکہ اسلام سے پہلے قوموں پر بھی روزہ فرض تھا۔ قرآن مجید نے اس کی واضح الفاظ میں تصریح کی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے، جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ" (البقرہ: 183)

قدیم مذاہب اور صابی و یہودی اور عیسائی مذہب میں بھی روزہ فرض تھا۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

قدیم مصریوں کے ہاں بھی روزہ دیگر مذہبی تہواروں کے شمول میں نظر آتا ہے۔ یونان میں صرف عورتیں "تھسموفریا" کی تیسری تاریخ کو روزے رکھتی تھیں۔ پارسی مذہب میں گو عام پیروؤں پر روزہ فرض نہیں لیکن ان کی الہامی کتاب کی ایک آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ کا حکم ان کے ہاں موجود تھا۔ خصوصاً مذہبی پیشواؤں کے لئے تو پنج سالہ روزہ ضروری تھا۔ (سیرۃ النبی 212/5)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

"روزہ بہت سے قدیم مذاہب میں (اور اب بھی اس کی مثالیں موجود ہیں) کسی ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ اس کی زیادہ تر ذمہ داری برہمنوں پر تھی۔ مجوسیوں کے نزدیک صرف مذہبی پیشواؤں اور پارسی عالموں (دستور) پر واجب تھا۔ یونانیوں کے نزدیک صرف عورتوں پر فرض تھا، مرد اس سے مستثنیٰ تھے۔

(ارکان اربعہ ص 301،300)

روزہ اسلام میں

اسلام نے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں روزہ کو ہر قسم کی طبقہ داری، قید اور بندش سے آزاد کر کے بالکل عام کر دیا، اور اعلان کر دیا:

"تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے (اس کے لئے) لازم ہے کہ وہ (مہینہ بھر) روزے رکھے۔ (البقرہ: 185)

قدیم مذاہب میں اس تخصیص اور امتیازی حکم کے باوجود لوگ اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔ لیکن اسلام نے آ کر سب معذوروں کو سہولت مہیا کی، اور ان کے لئے آسانی پیدا فرمائی اور پوری رعایت دی، اور اعلان فرمایا:

"پھر تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر میں ہو، اس پر دوسرے دنوں کا شمار رکھنا لازم ہے۔" (البقرہ: 184)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادیؒ لکھتے ہیں:

"اس آ... (البقرہ: 184) میں اور ایک اہم چیز نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ قانون اسلام لوگوں کو سہولت بہم پہنچانے کے لیے ہمیشہ فکر مند رہتا ہے۔ نہ صرف بیماروں کے لیے بلکہ جو لوگ سفر میں ہوں، اُن کے لئے بھی رعایت ہے۔ ایسے لوگوں کو رمضان میں روزے رکھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ کسی دوسرے موزوں موقع پر وہ روزہ رکھ سکتے ہیں۔ ہمارے روزے سے اللہ کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ صرف ہمارا ہی فائدہ ہے۔ اگر کسی بیمار کو روزہ رکھنے کے لئے مجبور کریں تو وہ قبل از وقت نہ بھی مر جائے، تو اس کی بیماری میں اضافہ ہو جائے گا۔ اسلام سختی کرنے والا مذہب نہیں ہے بلکہ نرمی پسند ہے۔ اسی لئے پیروان اسلام کی ایک بڑی تعداد اسلام کے احکام کی تعمیل کسی دوسرے مذہب کے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ کرتی ہے۔ (مقالات عمر، از حمید اللہ، ص 343)

اسلام نے اپنے پیروؤں کو مشکل میں نہیں ڈالا۔ اس نے روزہ کے معاملہ میں بہت آسانیاں مہیا کی ہیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

"شریعت اسلامی نے نہ روزہ نفس کو ایذا پہنچانے اور تکلیف میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، نہ اس کو خدا کا عذاب قرار دیا ہے۔ پورے قرآن و حدیث میں ایک لفظ بھی ہم کو ایسا نہیں ملتا جس سے اس کا اشارہ نکلتا ہو۔ اس نے اس کو ایک ایسی عبادت کے طور پر پیش کیا ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اُس نے اس کے احکام اور قوانین بھی ایسے خشک اور ظالمانہ نہیں بنائے کہ اس کا قطعی نتیجہ نفس کی ایذا رسانی کی شکل میں ظاہر ہوتا۔ اور اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ پڑ جاتا بلکہ اس نے سحری کھانا سنت قرار دیا۔ اور تاخیر کے ساتھ کھانے کو مستحب قرار دیا۔ اور ہدایت کی کہ فجر کی پو پھٹنے تک کھاتے رہو۔ افطار میں عجلت کا حکم دیا۔ رات اور دن دونوں میں سونے اور آرام کرنے کی اجازت دی۔ کاروبار، تجارت اور مفید جائز کاموں میں انہماک و مصروفیت کو بھی یہودی مذہب کے برعکس جائز رکھا کہ جس میں روزہ کی حالت میں کام کرنا ممنوع ہے۔ اور مکمل طور پر خلوت و عبادت لازمی ہے۔ (ارکان اربعہ ص 300)

روزہ کا مقصد

اسلام تمام کاموں میں انسان کی دونوں جہان کی بھلائی چاہتا ہے۔ اسلام یہ بتلاتا ہے، کہ آخرت میں ہر شخص کا حساب اس دنیا میں اس کے کئے ہوئے کاموں کے لحاظ سے لیا جائے گا۔ وہ لوگ کامیاب اور خوش نصیب ہوں گے جو وہاں اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کریں۔ اس دنیا کی حد تک چونکہ انسان جسم اور روح سے بنا ہے اس لئے یہاں ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ روزہ رکھنے سے روحانی فائدے کیا ہیں، اور مادی فائدے کیا ہیں۔

شریعت اسلامی نے روزہ کی ہیئت اور ظاہری شکل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کی حقیقت اور اس کی روح کی طرف بھی پوری توجہ دی ہے۔ اس نے صرف کھانے پینے اور جنسی تعلقات ہی کو حرام نہیں کیا بلکہ ہر اس چیز کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے جو روزہ کے مقاصد کے منافی اور اس کی حکمتوں اور روحانی و اخلاقی فوائد کے لئے مضر ہے۔ اس نے روزہ کو ادب و تقویٰ، دل اور زبان کی عفت و طہارت کے حصار میں گھیر دیا ہے۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"روزہ جواہر ظاہری اور قوائے باطنی کی حفاظت میں بڑی تاثیر رکھتا ہے۔ فاسد مادہ کے جمع ہو جانے سے انسان میں جو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ان سے وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ جو چیزیں مانع صحت ہیں ان کو خارج کر دیتا ہے۔ اور اعضاء و جوارح میں جو خرابیاں ہوا و ہوس کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں وہ اس سے دفع ہوتی ہیں۔ وہ صحت کے لئے مفید اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے میں بہت معاون ہے۔ (زاد المعاد 152/1)

روزہ کا اصل مقصد تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرنا ہے۔ اگر تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں تو پھر کوئی روزہ نہیں۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں:

"روزہ وہ ہے جو ہمیں پرہیزگاری کا سبق دے۔ روزہ وہ ہے جو ہمارے اندر تقویٰ اور طہارت پیدا کرے۔ روزہ وہ ہے جو ہمیں صبر اور تحمل شدائد و تکلیف کا عادی بنائے۔ روزہ وہ ہے جو ہماری تمام بہیمی قوتوں اور غضبی خواہشوں کے اندر اعتدال پیدا کرے۔ روزہ وہ ہے جس سے ہمارے اندر نیکیوں کا جوش، (باقی صفحہ 9 پر)

قیامِ عدل کا قرآنی حکم اور
دینی قیادت کی ذمہ داری

نعیم اختر عدنان

ملک کی عظیم اکثریت بیک زبان یہی کہتی ہے کہ پاکستان کا قیام ایک معجزہ یعنی خدائی تدبیر تھی۔ مصورِ پاکستان علامہ محمد اقبال نے اگرچہ دنیا کی دیگر اقوام کے مقابلہ میں امت مسلمہ کی خصوصی حیثیت اور مقام کو بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

مگر ہمارے خیال میں اقبال کے اس شعر کا مصداق ہمارا پیارا وطن پاکستان ہے۔ اسی پاک سرزمین کے باسیوں کو فوجی حکمران وقفے وقفے سے ''عزیز ہم وطنو'' کے الفاظ کے ذریعے خطاب کر کے اپنے ذاتی مفادات اور عالمی طاقتوں کے اسلام دشمن منصوبوں کی تکمیل میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ مملکت خداداد پاکستان کے اقتدار اعلیٰ پر غیر آئینی یعنی غاصبانہ قبضہ جمانے کے اسی ناپاک عمل کے دوران دنیا کی سب سے بڑی مسلمان ریاست دولخت ہوگئی اور یوں ملک کا مشرقی بازو مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش بن گیا۔ اسلامی تاریخ کی اس شرمناک شکست کا سہرا بھی اُس وقت کی مسلح افواج کے سربراہ جنرل آغا یحییٰ خان کے حصے میں آیا۔ زمانۂ جاہلیت کے فرماں رواؤں کے سے اختیارات کے حامل طالع آزما فوجی حکمرانوں نے ہر مرتبہ آئین اور قانون کی شاہراہ پر چلتے ہوئے ملک کے سیاسی نظام کو ''ڈی ریل'' یعنی پٹڑی سے اتار دیا۔ قوم و ملک کی یہ بدقسمتی رہی کہ عدلیہ کے ساتھ ساتھ مذہبی طبقات کے نمائندے یعنی ''میر و پیر'' ہر فوجی ڈکٹیٹر کا وسیع تر مفاد میں ساتھ دیتے رہے۔ ہماری عدلیہ نے فوجی حکمرانی کو نظریہ ضرورت کا نام دے کر تحفظ فراہم کیا تو مذہبی طبقے نے اپنی قابل قدر خدمات ملکی مفاد کی خاطر ہر فوجی آمر کو خوش دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ ''من تُرا حاجی بگویم تو مرا ملاّ بگو'' کے اصول کے تحت فراہم کئے رکھیں اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ ایک مشہور طابعی حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے کیا خوب فرمایا تھا: ''مَا اَفْسَدَ الدِّیْنَ اِلَّا الْمُلُوْکُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ'' ''دین و ملت کو خراب کرنے اور تباہ کرنے والے حکمران اور مذہبی طبقات ہی ہوتے ہیں۔''

جنرل پرویز مشرف کی فوجی حکومت کو ملکی تاریخ میں سیاہ ترین دور کی حیثیت حاصل ہے۔ اس طویل اور تاریک دور میں بھی دین و وطن کی خیر چاہنے والے کسی ''خضر وقت'' کے منتظر تھے مگر وہ رہبر ''امام غائب'' کی طرح کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا، جسے قوم اپنا نجات دہندہ سمجھ کر زندگی کی نئی راہوں کی متلاشی ہوتی۔ تنظیم اسلامی کے بانی اور مشہور قرآنی سکالر ڈاکٹر اسرار احمد کا یہ کہنا بہت ہی بصیرت افروز ہے کہ جس طرح پاکستان کا قیام ایک معجزہ ہے، اسی طرح اس کا باقی رہنا بھی ایک معجزہ ہے۔ (ڈاکٹر صاحب تو پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو بھی عطیۂ خداوندی قرار دیتے ہیں)

اہل پاکستان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور کرم نوازیوں میں سے ایک ''احسان'' اور ''عطا'' کا نام جسٹس افتخار محمد چودھری ہے، جنہوں نے جابر سلطان کے سامنے نہ صرف کلمۂ حق کہہ کر افضل ترین جہاد کا فریضہ ادا کیا بلکہ سپریم کورٹ کے سربراہ کی حیثیت سے سرزمین بے آئین کو آئین اور قانون کی موٹروے پر ڈالنے کے شاندار سفر کا بانگ دہل آغاز بھی کر دیا ہے۔ آئین کی حکمرانی اور قانون کی بالادستی پر مبنی سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلوں نے جہاں ''نظام کہنہ کے پاسبانوں'' کو ہائی الرٹ کر دیا ہے وہیں ملک و قوم کے بہی خواہوں کے دلوں میں امیدوں کے کئی چراغ روشن کر دیئے ہیں۔ یہ سب وکلاء برادری کی بے مثال جدوجہد اور عدلیہ کے معزز جج صاحبان کے اتحاد اور جرأت کا ثمر ہے۔ وکلاء کی تحریک نے میدان سیاست میں سرگرم عمل مذہبی جماعتوں اور غیر سیاسی مذہبی عناصر دونوں کے منہ پر زوردار طمانچہ رسید کیا ہے۔

آج ملک کے طول و عرض میں اقبال کا یہ شعر اپنی تمام تر معنویت کے ساتھ نقش دیوار نظر آتا ہے۔

چاہنے والوں کو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو ہم دنیا بھی نئی دیتے ہوں

در و دیوار سے محروم جامعہ حفصہؓ اسلام آباد کی خون آلود مٹی اور لال مسجد کے میناروں کی خاموش کر دینے والی اللہ اکبر کی صدائیں بھی وہی کچھ کہہ رہی ہیں جو جامعہ حفصہؓ کے شہداء کی روحیں اور زندہ بچ جانے والی طالبات آواز دے رہی ہیں۔ اسلام سے محبت کرنے والو! اُٹھو اور اسلام کی سربلندی اور شریعت کی بالادستی کے لئے کفن بدوش ہو کر سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت کا لائحہ عمل اپنالو۔

قارئین! یہ آواز اگر کسی وجہ سے ہمیں سنائی نہیں دے رہی تو قرآن مجید کی یہ دعوت تو لازماً ہم سے کہہ رہی ہے کہ اے ایمان والو! عدل و انصاف کے قیام کے لئے محض رضائے الٰہی کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔ سپریم کورٹ کے معزز جج صاحبان نے چیف جسٹس کی قیادت میں پوری قوم کو کھڑے ہونے کا پیغام دے دیا اور ریاست کا یہ ستون اپنے ماٹو ''فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْعَدْلِ'' (پس لوگوں کے مابین عدل و نصاف سے فیصلہ کرو) کے قرآنی حکم پر عمل کرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اب دین کے نام لیواؤں اور دین کے نام پر قیادت اور سیادت کے منصب جلیلہ پر فائز قائدین کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے ذاتی اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر اپنی اپنی ''خانقاہوں'' سے نکل کر رسم شبیری ادا کریں وگرنہ یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہ دور شد والا معاملہ دینی زعماء کے گلے کا ہار بنتا ہوا نظر آتا ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

اسرہ غالیگے (حلقہ سرحد شمالی) کے مبتدی رفیق جناب علی شیر کے والد وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ رفقاء و احباب سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

ترکی میں اسلام پسند پارٹی کی
تیسری سیاسی فتح

سید قاسم محمود

ہمارے بعض قارئین محترم نے فرمائش کی ہے کہ حال ہی میں ترکی میں جو عام انتخابات اور صدارتی انتخاب ہوئے ہیں، اُن کی تفصیل پیش کی جائے۔ چنانچہ یہ سلسلہ روک کر پہلے ان انتخابات کے نتائج دیے جا رہے ہیں۔ (س ق م)

طیب اُردگان کی پہلی سیاسی فتح حیران کن تھی۔ اُس وقت اسلام پسندوں کی قیادت پروفیسر نجم الدین اربکان کے ہاتھوں میں تھی، لیکن اُردگان نے اسلام پسندوں کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے کر، آہنی ارادے کے مالک پروفیسر نجم الدین اربکان کے سیاسی کیریئر کا خاتمہ کر دیا۔ اربکان کی سیاسی مہارتوں کو کم تر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اپنی تشکیل شدہ پارٹیوں پر پے در پے پابندیاں اُنہیں یکے بعد دیگرے نئی سے نئی جماعت کی تشکیل سے باز نہ رکھ سکیں اور وہ بالآخر ایک ایسے مضبوط گروہ کی تخلیق میں کامیاب ہو گئے جو بعد میں فوجیوں سے مزاحمت کی روش پر کاربند ہوا، اُن فوجیوں کے خلاف جو اتاترک کے سیکولر عقیدے کے خودساختہ نگہبان بنے ہوئے ہیں۔ پروفیسر اربکان نے سیکولرازم سے لڑنے میں جہاں خود جرأت وخلوص کا مظاہرہ کیا، وہیں وہ ایک ایسے فلسفے کے حامی رہے جو لچک کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ پہلے سلیمان ڈیرل کی انصاف پارٹی سے الگ ہوئے، جسے ترک عوام کی اکثریت عدنان مندریس کی ''جمہوری پارٹی'' کا تسلسل سمجھتی تھی، اس لیے کہ ''انصاف'' (جسٹس پارٹی) اُس انتخاب میں عوام کے ووٹوں سے برسرِ اقتدار آئی جو عدنان مندریس کی سزائے موت کے بعد پہلا انتخاب تھا۔ 1968ء میں انصاف پارٹی سے علیحدگی اختیار کرنے کے ساتھ ہی پروفیسر اربکان نے اپنی ایک الگ پارٹی قومی نظام پارٹی (نیشنل آرڈر پارٹی) کے نام سے تشکیل دے دی۔ اس پارٹی پر 1971ء میں پابندی عائد کر دی گئی۔ 1973ء میں پھر انہوں نے ''قومی نجات پارٹی'' کے نام سے ایک پارٹی بنا ڈالی اور پارلیمنٹ میں اتنی نشستیں حاصل کر لیں جو بلند ایجویت کی ''ری پبلکن پیپلز پارٹی'' کے ساتھ مل کر مخلوط حکومت بنانے کے لیے کافی تھیں۔ 1976ء میں اربکان نے بلند ایجویت کو دھمکی دی کہ اگر حکومت نے قبرص پر حملہ نہیں کیا تو وہ مخلوط حکومت سے الگ ہو جائیں گے۔ بلند ایجویت نے یہ کارنامہ کر دکھایا۔ بڑے پیمانے پر دہشت گردانہ کارروائیوں اور اقتصادی حالات میں ابتری کے بعد فوجی سربراہ جنرل کنعان ایورین نے 1980ء میں اقتدار پر قبضہ کر لیا اور تمام پارٹیوں پر پابندی لگا دی۔

جب سیاسی سرگرمیاں دوبارہ بحال ہوئیں تو پروفیسر اربکان نے 1983ء میں ''رفاہ پارٹی'' بنائی (جس کے اسلامی عدل وانصاف اور نظم حکومت کے حالات آج کل ''ندائے خلافت'' میں قسط وار پیش کیے جا رہے ہیں)۔ رفاہ پارٹی نے 1995ء کے انتخابات میں 21.3 فیصد ووٹ حاصل کر کے سب کو حیران کر دیا۔ کثیر الجماعتی نظام میں یہ پارٹی بہت مضبوط پوزیشن میں تھی، جس کی بنیاد پر اربکان وزیر اعظم مامور ہوئے۔ لیکن جنرلوں سے اُن کی ایک نہیں بنی، جنہوں نے بغیر کسی بغاوت کے، صرف دباؤ ڈال کر وزارت عظمیٰ سے استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیا۔ 1998ء میں ایک عدالت نے اُن کی پارٹی پر پابندی عائد کر دی، لیکن مغلوب نہ ہونے والے اربکان نے ایک دوسری جماعت ورچو Virtue پارٹی بنالی، جب اسے بھی کالعدم قرار دے دیا گیا تو انہوں نے Felicity پارٹی تشکیل دی۔ اسے بھی 2001ء میں کالعدم قرار دے دیا گیا۔

> **طیب اردگان اور عبداللہ گل اس نتیجے پر پہنچے کہ جنرلوں کے ساتھ اربکان کا براہِ راست تصادم اسلامی کاز کے حق میں مفید نہیں ہے، اور یہ کہ اگر جنرلوں کو ان کی جائز حدود میں رکھنا ہے اور ترکی میں احیائے اسلام کے لیے بھی جدوجہد کرنی ہے تو ایک نئی اپروچ کی ضرورت ہے**

یہ صورت حال کہ ہر پارٹی کو، جسے پروفیسر اربکان تشکیل دیتے تھے، فوجی لوگ کام شروع کرنے سے پہلے ہی کالعدم قرار دیتے تھے، اُن کے پیروکاروں، خصوصاً طیب اردگان کے لیے، جو کہ استنبول کے سابق میئر تھے، بہت زیادہ پریشان کن تھی۔ چنانچہ طیب اردگان اور عبداللہ گل اس نتیجے پر پہنچے کہ جنرلوں کے ساتھ اربکان کا براہِ راست تصادم اسلامی کاز کے حق میں مفید نہیں ہے، اور یہ کہ اگر جنرلوں کو ان کی جائز حدود میں رکھنا ہے اور ترکی کے احیائے اسلام کے لیے بھی جدوجہد کرنی ہے تو ایک نئی اپروچ کی ضرورت ہے، خصوصاً ایسی حالت میں، جہاں سیکولرازم 1924ء سے مسلسل اقتدار میں چلی آ رہی ہو اور یہ نظام تمام اداروں کی رگ وپے میں سرایت کر گیا ہو۔

اس نقطۂ نظر کا نتیجہ یہ نکلا کہ پارٹی میں پروفیسر اربکان کے خلاف بغاوت ہوئی اور جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی وجود میں آئی، جس کے ترکی نام کا مخفف اے کے پی بنتا ہے۔ 2002ء کے عام انتخابات میں اردگان نے اپنی پارٹی کو حیرت انگیز فتح دلائی، اس طرح کہ 550 کی پارلیمنٹ میں 363 نشستیں حاصل کیں۔ دوتہائی اکثریت کے حصول میں صرف چار نشستیں کم رہ گئیں، جس کے ساتھ ترکی کی یک ایوانی پارلیمنٹ میں آئین میں ترمیم کرانے کا مجاز ہو سکتی تھی۔ اس طرح دس برسوں میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ ایک ایسی حکومت قائم ہوئی جو مخلوط نہیں تھی۔ طیب اردگان خود تو پارلیمنٹ سے غیر حاضر تھے، اس لیے کہ اُن پر بغاوت کا الزام تھا، جس کی وجہ سے وہ انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ اُن پر بغاوت کا الزام اِس بناء پر عائد ہوا تھا کہ اپنی ایک نظم میں اردگان نے مسجد کے گنبد کو ہیلمٹ سے اور مینار کو رائفل سے تشبیہ دی تھی۔ عبداللہ گل وزیر اعظم بنے، انہوں نے اردگان کو اُس وقت راستہ دے دیا، جب اے کے پی کے قائد نے اپنے اوپر عائد کردہ الزام کے خلاف مقدمہ جیت لیا اور ضمنی انتخاب لڑ کر کامیاب ہو گئے، اور پارلیمنٹ میں شریک ہو گئے۔

نئے وزیر اعظم طیب اردگان نے ایسے جذباتی نعروں اور شعلہ بیانیوں کو ترک کر دیا جو اربکان سے مخصوص تھے۔ انہوں نے یورپی یونین کو ''مسیحی کلب'' کہنا شروع کر دیا اور ایسی ''نئی دنیا'' کی باتیں شروع کر دیں جو قازقستان سے مراکش تک کے علاقوں پر محیط تھی۔ دوسری طرف اُردگان نے مصلحت آمیز عہد کیا کہ وہ ترکی کے سیکولر آئین کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ساتھ ہی یہ وضاحت کی کہ وہ ترکی کی یورپی یونین میں شمولیت کی درخواست کو حقیقت میں بدلنے کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے ایسی اصلاحات متعارف کرانے پر بھی آمادگی کا اظہار کیا جو کوپن ہیگن کے معیارات سے مطابقت رکھتے ہوں۔ ان اصلاحات میں سزائے موت کا خاتمہ، اُن قوانین میں ترمیم، جن سے آزادیٔ اظہار سلب ہوتی ہو، نیز گروہوں کو اُن کے ثقافتی حقوق دینا شامل تھے۔

سب سے اہم بات اردگان کی اقتصادی میدان میں کامیابی تھی۔ بیرونی سرمایہ کاری بڑھ گئی، بے روزگاری کم ہو گئی اور افراطِ زر کی شرح اس حد تک گری کہ یک ہندسہ ہو گئی۔ 2007ء کے لیے افراطِ زر کی شرح میں کمی کا ہدف 4 فیصد

مقرر کیا۔ پروفیسر نجم الدین اربکان کے برعکس اردگان نے جنرلوں کے ساتھ معاملہ بڑے تدبر اور ذہانت کے ساتھ کیا۔ جب وہ اقتدار میں آئے تو ''قومی سلامتی کونسل'' میں بالادستی فوج کو حاصل تھی اور کونسل کے فیصلے ماننا حکومت پر لازم تھا۔ ''ساتویں ریفارم پیکج'' کے طفیل جسے پارلیمنٹ نے منظور کیا تھا، فوج کا قومی سلامتی کونسل پر سے کنٹرول ختم ہوگیا۔ اِن آئینی اصلاحات کی وجہ سے کونسل ایک ایسی مشاورتی مجلس میں تبدیل ہوکر رہ گئی جس کی تجاویز کا تعلق صرف فوجی اور سلامتی اُمور سے ہو۔

> **اپنی حکومت کی مغرب نوازی اور امریکا کے ساتھ قریبی تعلقات کے باوجود اردگان نے عراق کے مسئلے پر امریکی خطوط پر عمل کرنے سے انکار کردیا**

اے کے پی کی اسلام پسندی اور اسلامی سرچشموں سے گہری وابستگی کے باوجود طیب اردگان نے آئین کے سیکولر کردار میں تبدیلی وترمیم کے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ انہوں نے وضاحت سے صاف ہی کہہ دیا کہ ترکی کی سمت یورپی ہی رہے گی۔ وہ بالآخر 2005ء میں اپنی پالیسی میں کامیاب ہو گئے۔ جب یورپی یونین نے اپنے اندر ترکی کی شمولیت کے ضمن میں، ترکی کے ساتھ مذاکرات کا دروازہ کھول دیا۔

بہرحال اپنی حکومت کی مغرب نوازی اور امریکا کے ساتھ قریبی تعلقات کے باوجود اردگان نے عراق کے مسئلے پر امریکی خطوط پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ علاوہ ازیں اسرائیل کے ساتھ ترکی کے فوجی تعاون اور دوستانہ تعلقات کے باوجود انہوں نے مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل کی کارروائیوں کو ریاستی دہشت گردی کا نام دیتے ہوئے، اُن کی پُرزور مذمت کی۔ وہ پارلیمنٹ میں واضح اکثریت اور ایک مضبوط حکومت کے سربراہ کی حیثیت سے، بہت احتیاط کے ساتھ قدم بڑھا رہے ہیں۔ جہاں ترقی ممکن نہ ہوسکی، اُنہوں نے انتظار اور مصالحانہ روش کو ترجیح دی، بجائے اس کے کہ جذبات میں آ کر کوئی بحران کھڑا کیا ہو اور پھر سب کچھ کھو دیا جائے۔ صدر کے طور پر عبداللہ گل کے انتخاب کے معاملے میں اردگان نے عملیت پسندی کا مظاہرہ کیا، جبکہ انہیں جنرلوں اور اپوزیشن پارٹیوں کی جانب سے سخت مخالفت کا سامنا تھا۔ جب عدالت نے صدارتی انتخاب روک دیا تو اردگان نے عام انتخابات سے قبل از وقت منعقد کرادیے، اور یہ سیاسی پانسہ اُن کے لیے اور اُن کی پارٹی کے لیے مفید رہا کہ وہ اب دوبارہ اقتدار میں ہیں اور وافر اکثریت کے ساتھ، یعنی 46.6 فی صد ووٹوں کے ساتھ، جبکہ 2002ء میں انہوں نے 34 فیصد ووٹ حاصل کیے تھے۔ انتخابات کے بعد انہوں نے یہ اشارہ دیا ہے کہ وہ آئین میں چند ترامیم لائیں گے، تاکہ صدر کے انتخاب میں براہ راست ووٹنگ کا طریقہ اپنایا جائے۔

خواتین کے اسکارف کے بارے میں انہوں نے مصالحانہ روش اختیار کی ہے، اور خواتین کو اسکارف کے ساتھ یونیورسٹیوں اور سرکاری اداروں میں اب بھی داخلے کی اجازت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی اہلیہ ایمن کو تمام سرکاری تقریبات سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ انتخابی مہم کے دوران ازخود یورپی یونین میں شمولیت کے مسئلے کو دھیما رکھا، یہ جانتے ہوئے کہ عوام خواہ سیکولر ہوں یا اسلام پسند، یورپی یونین میں شمولیت کی تاخیر پر اور اُن توہین آمیز شرائط پر، جو یورپی یونین میں شمولیت کے لیے ترکی پر عائد کر رکھی ہیں، سخت نالاں ہیں۔ شمولیت کے مسئلے کو قبرص سے مربوط کرنے کو اردگان نے بھی مسترد کردیا ہے، حتیٰ کہ انہوں نے یورپی یونین کے اُن مطالبات کے آگے جھکاؤ ظاہر نہیں کیا ہے جو دفعہ 301 کی منسوخی کے لیے ہے، کیونکہ یہ دفعہ ''ترکیت'' کی توہین کرنے والوں کو سزائے قید دینے کی تاکید کرتی ہے۔ اِس قانون کا غصہ نوبل انعام یافتہ اوریان پاموک اور ناول نگار ایلف شفق پر گر چکا ہے۔ افسوس کہ بعض یورپی حکومتیں جمہوریت کے کاز میں ترکی کی مدد نہیں کر رہی ہیں، اس طرح کہ وہ ترکی کی یورپی یونین میں شمولیت کی راہ میں دشواریاں کھڑی کر رہی ہیں۔ یورپی یونین کے رہنما جو نکتہ سمجھ نہیں پا رہے، وہ یہ ہے کہ اے کے پی کی ناکامی کا مطلب جنرلوں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

ماخذ:

- ☆ معارف فیچر سروس، کراچی (16 اگست)
- ☆ روزنامہ ایکسپریس، لاہور (30 جولائی)
- ☆ روزنامہ ڈان (22 جولائی)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (حدیث)

رمضان المبارک کے موقع پر مکتبہ خدام القرآن لاہور کی خصوصی پیشکش

بیان القرآن CDs

2-CDs میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ اور مختصر تشریح

MP3

مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد

بانی تنظیم اسلامی و صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

رمضان المبارک اور عید الفطر کے موقع پر ''اپنوں'' کو بیان القرآن CDs کا بہترین تحفہ دیجیے

صرف 20 روپے میں

ڈاک خرچ 30 روپے ہے۔

لہٰذا بذریعہ ڈاک منگوانے والے حضرات کُل 50 روپے ارسال کریں

نوٹ: یہ پیشکش صرف عید الفطر تک ہے (اسٹاک محدود ہے)

قرآن اکیڈمی، 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501 (92-42)

ای میل: maktaba@tanzeem.org

اپنی ذات یا اپنا پاکستان!

عرفان صدیقی

عہدِ خوں رنگ کی خون آشامیاں زوروں پہ ہیں اور پاکستان کے فرزندوں کا لہو پانی سے ارزاں ہو چکا ہے۔ تربیلہ غازی کے آرمی میس میں 20 سے زیادہ کمانڈوز ایک ہلاکت آفریں بم کی بھینٹ چڑھ گئے۔ حکومت کا دعویٰ ہے کہ ''جنوبی وزیرستان میں پچاس سے زیادہ دہشت گرد ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔'' مزاحمت کاروں کا کہنا ہے کہ زبردست لڑائی میں انہوں نے سیکیورٹی اداروں کے ایک سو سے زیادہ ارکان کو نشانہ بنایا ہے اور پندرہ مزید کو گرفتار کر لیا ہے۔ امریکی نائب وزیر خارجہ جان نیگرو پونٹے کی آمد کے ساتھ ہی آتش کدہ بھڑک اٹھا۔ گن شپ ہیلی کاپٹرز حرکت میں آ گئے۔ مارٹر گولوں اور راکٹوں کی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ کشتوں کے پشتے لگنے لگے۔ کچھ وردیاں لہو رنگ ہو گئیں۔ کچھ قبائلی پوشاکیں خون میں لتھڑی گئیں۔ کچھ ٹوپیاں چھلنی ہو گئیں۔ کچھ دستاروں کی دھجیاں اڑ گئیں، لیکن وہ بھی پاکستان کے بیٹے تھے جو کچے پکے گھروندوں کے آس پاس موت کی آغوش میں چلے گئے اور وہ بھی پاکستان کے فرزند تھے جن کی وردی پوش لاشیں پختہ مورچوں اور چوکیوں کے اردگرد ڈھیر ہو گئیں۔

یہ خونِ ناحق کس کی گردن پہ ہے؟ کون اس کا خون بہا دے گا؟ قیامت کے دن کسی نہ کسی کو تو جواب دینا ہی پڑے گا کہ یہ کس کی حکمت عملی کا اعجاز تھا؟ صدر پرویز مشرف نے امریکی نائب وزیر خارجہ کو بتایا کہ پاکستان بڑے خلوص سے جنگ دہشت گردی لڑ رہا ہے اور اب تک اس کے ایک ہزار سے زائد فوجی جاں بحق ہو چکے ہیں۔ جناب صدر نے یہ بھی فرمایا کہ ''میں امریکہ سے ڈکٹیشن نہیں لیتا۔ دوسرا حکم دے تو بے عزتی سمجھتا ہوں۔ میں چمچہ گیری نہیں کرتا۔'' صدر کے ارشادات بجا لیکن حالات و واقعات کا منظر نامہ کچھ اور ہے۔ صدر مشرف خود اپنی کتاب میں انکشاف کر چکے ہیں۔ انہوں نے امریکہ کی جنگ لڑنے کا فیصلہ رچرڈ آرمیٹج کی ٹیلی فون کال پر کیا تھا جس نے پاکستان کو پتھر کے زمانے میں دھکیل دینے کی دھمکی دی تھی۔ وہ دن اور آج کا دن، پاکستان عملاً امریکہ کی باجگزار ریاست بن چکا ہے اور اس کے حکمرانوں کا واحد وظیفہ یہ رہ گیا ہے کہ وہ امریکہ سے آئے احکامات کو عملی جامہ پہناتے رہیں۔ امریکی ڈکٹیشن نے ہی ہمیں اپنے اڈے، اپنی بندرگاہیں، اپنے وسائل اور اپنی انٹیلی جنس اس کی آغوش میں ڈال دینے پر مجبور کیا۔ امریکی ڈکٹیشن نے ہی ہمیں ملا عمر کی مسند پر حامد کرزئی کو بٹھانے پر مجبور کیا۔ امریکی ڈکٹیشن نے ہی ہمیں قبائلی علاقوں میں فوج تعینات کرنے پر مجبور کیا۔ امریکی ڈکٹیشن نے ہی ہمیں ڈیورنڈ لائن پر 90 ہزار سپاہ لگانے پر مجبور کیا۔ امریکی ڈکٹیشن نے ہی ہمیں قبائلیوں سے کئے گئے امن معاہدے توڑنے پر مجبور کیا۔ امریکی ڈکٹیشن نے ہی ہمیں صدارتی انتخابات میں کرزئی کو ووٹوں سے بھرے صندوق بھیجنے پر مجبور کیا۔ امریکی ڈکٹیشن نے ہی دینی مدارس کے خلاف آپریشن اور جامعہ حفصہ جیسے سانحے تخلیق کرنے پر مجبور کیا۔ امریکی ڈکٹیشن نے ہی کشمیر کو

> **صدر پرویز کو اپنی ذات اور پاکستان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ وہ اپنے مزید پانچ سالہ دور کے لئے آئین و قانون کی پنجی تو مروڑ سکتے ہیں لیکن وہ آگ ٹھنڈی نہیں ہوگی جو مسلسل بھڑک رہی ہے اور جس کے شعلے اب ''غازی میس'' جیسی قلعہ بندیوں کو بھی چاٹنے لگے ہیں**

قصہ پارینہ بنانے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا۔ امریکی ڈکٹیشن نے ہی تحریک حریت کشمیر کے سینے میں خنجر گھونپنے پر مجبور کیا۔ امریکی ڈکٹیشن نے ہی بھارت کی تابعداری اور بے ننگ و نام اعتماد افزا اقدامات پر مجبور کیا اور امریکی ڈکٹیشن ہی ہماری پیٹھ پر مسلسل تازیانے برسا رہی ہے کہ قبائلیوں سے جنگ کرو، انہیں مارو' اُن کا خاتمہ کرو۔

گزشتہ ساڑھے چھ برس سے پاکستان کی ناک میں امریکی ڈکٹیشن کی نکیل پڑی ہے اور حکمرانوں نے امریکہ کی خوشنودی کو اوّلین ترجیح بنا رکھا ہے۔ یہ پرلے درجے کی خودفریبی ہے کہ پاکستان یہ جنگ اپنے مفاد کے لئے لڑ رہا ہے۔ کوئی ایک ایسا پہلو بتایا جائے جو اس جنگ کی بدولت پاکستان کے کسی ادنیٰ سے مفاد کی آبیاری کر رہا ہو جس چولہے پہ دھری دیگچی میں امریکی مفادات کی کھچڑی پک رہی ہے، پاکستان اُس چولہے میں گیلی لکڑی کی طرح جل رہا ہے۔ بجا کہ ہم کو اسی دنیا میں رہنا ہے، بجا کہ پاکستان کو جزیرہ نہیں بنایا جا سکتا، بجا کہ دہشت گردی کے ناسور کا خاتمہ ضروری ہے، بجا کہ ہم دنیا کی واحد سپر پاور سے سینگ نہیں اڑا سکتے لیکن کیا پاکستان نامی ملک کا بھی کوئی حق، کوئی داعیہ، کوئی دعویٰ ہے یا نہیں؟ دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑیں لیکن دہشت گردی اور دہشت گردوں کا تعین تو کریں؟ اتنا تو سوچیں کہ یہ نام نہاد دہشت گرد، کیسے جنم لے رہے ہیں؟ اتنا تو غور فرمائیں کہ ان سے دوبدو جنگ پاکستان کو کیا دے رہی ہے؟ یہ تو قوم کو بتائیں کہ سیکیورٹی فورسز کے ایک ہزار جانبازوں کی قربانی کس مقصدِ جلیلہ کے لئے دی گئی ہے؟ کیا ان کی جانیں دفاع پاکستان کے مشن کی نذر ہوئیں؟ کیا ان کی جانیں پاکستان کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے گئیں؟ کیا ان کی جانیں کشمیر کو آزاد کرانے میں صرف ہوئیں؟ اور ایک ہزار ہی کیوں؟ وہ ہزاروں کہاں گئے جنہیں ''دہشت گرد'' قرار دے کر بھون دیا گیا؟ وہ بھی تو پاکستانی تھے۔ نیگرو پونٹے کو اُن کے بارے میں کیوں نہیں بتایا گیا؟ یہ کیوں نہیں بتایا گیا کہ تین سو سے زائد سیکیورٹی اہلکار اغوا ہو چکے ہیں اور حریفوں کی تحویل میں ہیں۔

پاکستان اس جنگ کی آگ میں لحہ لحہ پگھل رہا ہے۔ لوگوں کے دل زخمی ہیں۔ وہ اپنے فوجیوں کے غم میں بھی نڈھال ہیں اور اُن کے دکھ سے بھی افسردہ جنہیں ''دہشت گرد'' قرار دے کر بھون دیا جاتا ہے۔ اس جنگ کا اگر کوئی فائدہ ہے بھی تو وہ صرف صدر پرویز مشرف کے حصے میں آیا ہے۔ قیمت پاکستان ادا کر رہا ہے اور ثمرات جنرل مشرف کی جھولی میں پڑ رہے ہیں۔ امریکہ اُن کے اقتدار کے قلعے کا پاسبان بنا بیٹھا ہے۔ آئین، قانون، عدالت، روایات اور اخلاقیات سے بے نیاز ہو کر اُن کے کھونٹے کو مضبوط کر رہا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ نواز شریف کے 'اغوا' کے ڈرامے کا اصل ہدایت کار کون تھا۔ رچرڈ باؤچر اب تک درجنوں دورے کر چکا ہے لیکن اس کا یہ دورہ خفیہ رکھا گیا۔ یہ محض اتفاق نہ تھا کہ عین اسی وقت سعودی شہزادہ مقرن اور سعد حریری اسلام آباد آئے۔ صدارتی کیمپ آفس میں گھنٹوں ڈرامے کی نوک پلک درست کی جاتی رہی۔ شہزادہ مقرن کی پریس گفتگو میں وائٹ ہاؤس کا رنگ جھلک رہا تھا، ورنہ آج تک کسی انٹیلی جنس ایجنسی کے سربراہ کو یہ پروٹوکول نہیں ملا کہ وہ دوسرے ملک جا کر، سربراہ مملکت کے دفتر میں بیٹھ کر وہاں کے کسی شہری کے بارے میں یہ لب و لہجہ اختیار کرے اور کھلے بندوں کہہ دے کہ معاہدہ عدالتی فیصلے پہ حاوی ہے۔

ہر حکمران کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اقتدار پر قابض رہے۔ مہذب ملکوں کے حاکم آئینی وقانونی (باقی صفحہ 9 پر)

تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر اہتمام شب بیداری کا پروگرام

11 اگست 2007ء کو تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر اہتمام، جامع مسجد العابد، گوجر خان میں شب بیداری کا اہتمام کیا گیا۔ شب بیداری کا آغاز بعد نماز مغرب احمد بلال ایڈووکیٹ کے درسِ قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ المائدہ کی آیات 54 تا 56 کی روشنی میں دین سے عملی ارتداد پر روشنی ڈالی اور ایک مومن کے لیے عبادات کے معاشرتی پہلو کی افادیت بیان کی۔

بعد ازاں رفیق تنظیم عثمان فاروق نے درس حدیث ﷺ دیا۔

نماز عشاء اور رات کے کھانے کے بعد امیر تنظیم راجہ مشتاق حسین نے مسجد العابد، گوجر خان میں دورۂ ترجمہ قرآن کے انعقاد کے انتظامی امور پر رفقاء سے تبادلہ خیال کیا اور رفقاء کی منہج انقلاب نبوی ﷺ پر استقامت کے لیے دُعا فرمائی۔ پھر آرام کا وقفہ ہوا۔ نیند سے بیدار ہو کر رفقاء نے تہجد کی نماز ادا کی۔ بعد ازاں مقامی امیر تنظیم نے تجوید پڑھائی۔ نمازِ فجر کے بعد رفیق تنظیم ساجد حسین نے ''راہِ نجات: سورۃ العصر کی روشنی میں'' پر درسِ قرآن دیا اور ناشتہ کے بعد رفقاء واپس چلے گئے۔ (مرتب: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی نیوملتان کے زیر اہتمام شب بیداری اور دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی نیوملتان کے زیر اہتمام 18 اگست بروز ہفتہ الھدیٰ مسجد شاہ رکن عالم کالونی میں ماہانہ شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب محمد سلیم اختر کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ الاعراف کی چند آیات کی روشنی میں نفاق اور اُس کی علامات پر تفصیل سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ ملک حاصل کرتے وقت اللہ سے جو وعدہ کیا تھا، اُسے پورا نہیں کیا جس کی پاداش میں اللہ نے افرادِ قوم کے دلوں میں مرضِ نفاق پیدا کر دیا۔

مولانا عزیز الرحمٰن ترابی نے درس حدیث دیا۔ جس میں انہوں نے اس طرف توجہ دلائی کہ ہمیں اپنی زندگی کا مقصد ہر لحظہ سامنے رکھنا چاہیے۔ زندگی کا اصل مقصد عبادت اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ اللہ کی رضا دین کی نصرت میں پوشیدہ ہے۔ دین کو سربلند کریں، اُس کے غلبہ کی کوشش کریں تو اس سے اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔

نماز عشاء کے بعد بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا درس قرآن بذریعہ DVD سامعین کو سنایا گیا۔ جس میں آپ نے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کے حوالہ سے ایمان اور اُس کی اقسام پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ جس میں قانونی ایمان، حقیقی ایمان، تقلیدی ایمان، اکتسابی ایمان جیسے اہم موضوعات زیر بحث آئے۔ رات 10 بجے شرکاء کو کھانا کھلایا گیا جس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ 14 رفقاء نے رات مسجد میں قیام کیا۔ صبح نماز فجر اور ناشتہ کے بعد ساڑھے چھ بجے 16 رفقاء کی جماعت غازی پور کے لئے روانہ ہوئی۔ دو گھنٹے کی مسافت کے بعد ساڑھے آٹھ بجے غازی پور پہنچے۔ جہاں تنظیم کے منفرد رفیق مولوی محمد بلال اور فوجی نذیر رفقاء کے استقبال کے لئے مسجد قاضیاں والی میں موجود تھے۔ نو بجے تربیتی نشست کا باقاعدہ آغاز قاری حفیظ الرحمٰن کے درسِ قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ الجمعہ کے پہلے رکوع کا درس دیا۔ اس کے بعد درج ذیل موضوعات پر مختلف رفقاء نے مختصر گفتگو کی۔ حب رسول ﷺ کے تقاضے (عبدالرشید مسلم)، عبادتِ رب (انوار الحق بٹر)، دین و مذہب کا فرق (محمد امین خان)، فریضہ شہادت علی الناس (عاطف اعجاز)، جہاد فی سبیل اللہ (سید حامد اللہ شاہ)، رسول انقلاب کا طریق انقلاب (محمد ظفر اقبال)، فریضہ اقامت دین (شوکت حسین) راہ نجات (محمد عزیز ترابی)۔

نماز ظہر سے قبل اہل علاقہ کو دعوت دینے کی غرض سے عمومی گشت ہوا۔ نماز ظہر کے بعد 4 رفقاء نے مختلف موضوعات پر بیس منٹ خطاب کیا۔ 4 بجے دوبارہ تربیتی پروگرام شروع ہوا۔ عطاء اللہ خان نے مختلف سوالات کے جوابات کے ذریعے انقلاب اور مراحل انقلاب کی وضاحت کی۔

بعد نماز عصر انجینئر محمد عطاء اللہ خان نے مفصل خطاب فرمایا، جس میں دین و مذہب کا فرق، فرائض دینی کا جامع تصور اور منہج انقلاب نبوی ﷺ تینوں موضوعات پر سیر حاصل بیان ہوا۔ شرکاء کی تعداد تقریباً 45 تھی۔ نماز مغرب کے بعد رفقاء کا یہ قافلہ واپس ملتان کے لئے عازم سفر ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مساعی کو قبول فرمائے، مولوی محمد بلال اور بھائی نذیر نے اِس کام میں جو جان و مال اور وقت کا انفاق کیا، اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے۔

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

ماہانہ اجتماع ہارون آباد حلقہ بہاولنگر

تنظیم اسلامی ہارون آباد حلقہ بہاولنگر کا ماہانہ اجتماع 2 ستمبر بروز اتوار مسجد جامع القرآن گلشن حشمت میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تنویر حسین نے تلاوت کی۔ اس کے بعد پروگرام کی اہمیت و افادیت پر چند منٹ گفتگو ہوئی۔ دس بجے امیر حلقہ جناب منیر احمد نے سورۃ الشوریٰ کی آیات 13 تا 17 اور 47 تا 48 کی روشنی میں اقامت دین کی فرضیت اور اس کے لیے زور دار دعوت کے موضوع پر گفتگو کی۔ اس کے بعد وقفہ ہوا۔ ساڑھے گیارہ بجے آصف لطیف نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان ''کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل'' کی روشنی میں دنیا کی حقیقت پر گفتگو کی۔ اس کے بعد محمد رضوان عزمی نے دعوت کی اہمیت اور طریقہ کار کے موضوع پر گفتگو کی۔ تنویر حسین نے حضرت ابودرداء کی سیرت کو رفقاء کے سامنے پیش کیا۔ امیر حلقہ کی اختتامی گفتگو کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: رفیق تنظیم اسلامی)

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام سودی معیشت کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی (تیمر گرہ) کے زیر اہتمام سودی معیشت کے خلاف اور اسلامی نظام معیشت کے قیام کے حق میں 2 ستمبر بروزِ اتوار تیمر گرہ بازار میں ایک خاموش اور پُر امن مظاہرہ ہوا۔ مظاہرین مختلف سلوگن سے مزین کتبے اُٹھائے ہوئے تھے، جن پر قرآنی وعیدیں، احادیث نبوی ﷺ اور سودی نظام معیشت کے خلاف نعرے درج تھے۔ یہ مظاہرہ تقریباً دو گھنٹے تک تیمر گرہ بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پورا چکر کاٹ کر جائے روانگی پر آ کر ختم ہوا۔ تنظیم اسلامی سرحد شمالی کے امیر جناب محمد فہیم نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں سودی اور استحصالی نظامِ معیشت نے قوم کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ اس مملکتِ خداداد میں اجتماعی نظام اللہ سے بغاوت پر مبنی ہے۔ یہاں بدترین جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ سودی نظام کا غلبہ ہے۔ جوا اور لاٹری جیسی حرام کاریوں کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔ عوام کی ایک عظیم اکثریت دو وقت کی روٹی کے لئے ترس رہی ہے۔ لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں اور ''نیرو'' بنسری بجا رہا ہے۔ پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں نے سود کے خلاف تاریخ ساز فیصلہ دیا تھا لیکن مغربی آقاؤں کے دباؤ میں آ کر بے حمیت حکمران اس فیصلہ کی راہ میں رکاوٹ بن گئے۔ اِس طرح یہ قوم اب اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ جاری رکھے ہوئے ہے۔ ہماری نجات اسی میں ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر آپؐ کے دیئے ہوئے نظامِ عدل وقسط کے لئے کمر ہمت باندھ کر سودی خباثتوں اور ناانصافیوں کو اپنے ملک سے ختم کرنے کے لئے منظم جدوجہد کریں۔ تاکہ ملک سے غربت، افلاس، ظلم، استحصال، فرقہ واریت، دہشت گردی، قتل و غارت، بدامنی اور فساد کا خاتمہ ہو سکے۔ (مرتب: رفیق تنظیم اسلامی)

مقتدی الصدر کی حکومت سے علیحدگی

عراقی حکومت میں شامل صدر گروپ نے علیحدہ ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ یوں مختلف مسائل کا شکار عراقی حکومت اب مزید کمزور ہو جائے گی۔ یاد رہے کہ موجودہ وزیراعظم نوری المالکی نے چار جماعتوں صدر گروپ، دی سپریم عراقی اسلامک کونسل آف عراق، دعوہ پارٹی اور فضیلہ پارٹی کے اشتراک سے حکومت بنائی تھی۔ وہ خود دعوہ پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔

مارچ میں فضیلہ پارٹی کے 15 ارکان کے اتحاد سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے 275 کے ایوان میں اتحادی نشستیں 115 رہ گئیں۔ اب صدر گروپ کے علیحدہ ہونے سے بھی اتحادی نشستیں مزید کم ہوگئی تھیں لیکن وزیراعظم اس دوران دو کرد گروپوں کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہوگئے۔ یوں انہیں پارلیمنٹ میں 136 ارکان کی حمایت حاصل ہے۔

مقتدی الصدر کے بقول انہیں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اور نہ ہی سرکاری معاملات میں ان سے گفت وشنید ہوتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس علیحدگی سے نوری المالکی کی پوزیشن مزید کمزور ہوگئی ہے۔

بنگلہ دیشی سیاست میں فوج کا کردار

بنگلہ دیش کے عبوری صدر فخر الدین احمد نے ایک انٹرویو میں اس بات کی تردید کی ہے کہ بنگلہ دیشی فوج حکومت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ محض عبوری حکومت کو امن وامان برقرار رکھنے میں مدد دے رہی ہے۔ ماہرین کے مطابق بنگلہ دیش کی موجودہ عبوری حکومت کے قیام میں فوج نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

تاہم صدر فخر الدین کہتے ہیں ”فوج صرف قانون کے تحت ہماری امداد کر رہی ہے۔ وہ سیاست کو رشوت ستانی سے پاک کرنے میں سرگرم ہے اور سیلاب کے سلسلے میں بھی امدادی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان سرگرمیوں سے یہ مطلب لیا جائے کہ فوج اقتدار سنبھالنا چاہتی ہے۔“

لبنان میں تعمیر نو جاری

پچھلے سال اسرائیلی طیاروں کی بمباری سے جنوبی بیروت کی تین سو بلند وبالا عمارتیں اور ان گنت مکان تباہ ہوگئے تھے۔ حزب اللہ نے اب مقامی آبادی کے تعاون سے ان کی تعمیر نو کا کام شروع کر دیا ہے۔ دریں اثنا حزب اللہ کا تباہ شدہ ہیڈ کوارٹر بھی نئے سرے سے تعمیر کر لیا گیا ہے۔

تباہ شدہ عمارتوں میں سے 196 حزب اللہ اپنے خرچ سے بنوا رہی ہے جبکہ باقی عمارتیں مالکان ”اپنی مدد آپ“ کے تحت تعمیر کر رہے ہیں۔ تاہم حزب اللہ نے ہر تباہ شدہ گھر کے مالک کو 10 ہزار ڈالر کی امداد دی ہے۔ حزب اللہ کا کہنا ہے کہ 2009ء تک جنوبی بیروت پھر سے آباد ہو جائے گا۔ اس کی ہیئت پہلے سے کہیں زیادہ بہتر ہوگی۔ یاد رہے کہ لبنانی حکومت بھی تباہ شدہ عمارتوں کی تعمیر پر 227 ملین ڈالر خرچ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

عراق، ایران سرحد پر امریکی چوکیاں

امریکی فوج نے اعلان کیا ہے کہ وہ عنقریب ایران اور عراق کی سرحد پر فوجی چوکیاں بنائے گی تاکہ ہتھیاروں اور ”دہشت گردوں“ کی اسمگلنگ روکی جا سکے۔ یاد رہے، صدر بش نے حال ہی میں ایرانی حکومت پر الزام لگایا ہے کہ وہ عراق میں مجاہدین کو جدید اسلحہ فراہم کر رہی ہے۔ مزید براں ایرانی رضاکار بھی عراق آکر اتحادی افواج سے لڑ رہے ہیں۔ ایران نے صدر بش کا یہ دعویٰ مسترد کر دیا ہے، تاہم امریکی دراندازی کا بہانہ کر کے اب سرحد پر چوکیاں بنانا چاہتے ہیں۔

جرمنی میں اسلام کی مقبولیت

جرمنی کے ایک مقامی اخبار نے خبر دی ہے کہ 1995ء سے اب تک اٹھارہ ہزار جرمن اسلام قبول کر چکے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ اسلام کے خلاف جرمن ذرائع ابلاغ کے پروپیگنڈے کے باوجود پچھلے ایک سال میں چار ہزار جرمنوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ ان میں 80 فیصد عیسائی ہیں۔ نومسلموں میں 20 فیصد خواتین ہیں۔

یورپ میں ”اسلامو فوبیا“ میں اضافہ

نسل پرستی کے سلسلے میں اقوام متحدہ کے نمائندے، دورو ڈائنی نے اپنی تازہ رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ یورپ میں اسلاموفوبیا بڑھ رہا ہے۔ دورو کا کہنا ہے کہ رفتہ رفتہ کئی یورپی سیاسی لیڈر اسلام کو دہشت گردی اور تشدد سے وابستہ کر رہے ہیں جو مذہبی استحصال کی بدترین قسم ہے۔ یورپ میں مسلمانوں کو خاص طور پر مساجد کی تعمیر کے سلسلے میں کئی مشکلات کا سامنا ہے۔ عیسائی انہیں اول تو زمین فروخت نہیں کرتے اور پھر اپنے علاقے میں مسجد بنانے کی شدید مخالفت کرتے ہیں۔

صدر بش پر مقدمہ چلنا چاہیے

ایران کے روحانی رہنما آیت اللہ خامنہ ای نے کہا کہ صدر بش کا مشرق وسطیٰ منصوبہ ناکام ہو چکا اور انہیں اُمید ہے کہ وہ ایک دن اپنے مظالم کے سلسلے میں عدالتی کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔ صدر بش اور ان کے حواریوں نے عراق میں جو کچھ کیا ہے، اُسے دیکھتے ہوئے انہیں کسی صورت معاف نہیں کیا جانا چاہیے۔

اسرائیل کا غزہ پر حملہ

پچھلے دنوں اسرائیلی فوج نے حماس کے صدر مقام، غزہ پر دھاوا بول دیا اور کئی فلسطینی نوجوان گرفتار کر لیے۔ دراصل ایک دن پہلے غزہ سے آنے والے راکٹ نے 9 اسرائیلی فوجی زخمی کر دیئے تھے۔ بس اس چھوٹے سے حملے سے اسرائیلی چراغ پا ہوگئے اور انہوں نے غزہ پر دھاوا بول دیا۔

صدر سوہارتو کا ٹائم پر مقدمہ

مئی 1999ء میں مشہور رسالے ٹائم نے یہ رپورٹ شائع کی تھی کہ انڈونیشیا کے صدر سوہارتو نے غیر ملکی بینکوں میں اربوں ڈالر جمع کر رکھے ہیں۔ ٹائم کی رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ اس کے نامہ نگاروں نے گیارہ ممالک میں چار ماہ کی طویل چھان بین کے بعد پتا چلایا ہے کہ صدر سوہارتو اور ان کے اہل خانہ نے 15 ارب ڈالر غیر ملکی بینکوں میں جمع کر رکھے ہیں۔

اسی رپورٹ کی اشاعت کے بعد صدر سوہارتو نے ٹائم رسالے پر مقدمہ کھڑا کر دیا تھا۔ اب پچھلے دنوں انہوں نے سپریم کورٹ آف انڈونیشیا میں اپنا مقدمہ جیت لیا ہے۔ کورٹ نے ٹائم کے کرتا دھرتاؤں کو حکم دیا ہے کہ وہ بطور ہرجانہ سابق انڈونیشی صدر کو 106 ملین ڈالر ادا کریں۔ اگر رسالہ ٹائم نے یہ رقم ادا نہ کی تو شاید اُسے انڈونیشیا سے اپنا کاروبار سمیٹنا پڑے گا۔

روسی صدر کا دورۂ امارات

9 ستمبر کو روسی صدر ولادیمیر پیوٹن متحدہ عرب امارات کے تاریخی دورے پر وہاں پہنچے۔ یہ کسی بھی روسی صدر کا پہلا دورۂ امارات ہے۔ پیوٹن نے امارات کے سربراہ شیخ خلیفہ بن زید النہیان سے دوطرفہ معاملات پر بات چیت کی۔ اس دوران کئی معاہدے بھی طے پائے۔

یہ دورہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ روس ایک بار پھر اپنی بین الاقوامی حیثیت منوانے کے لئے امریکا کو آنکھیں دکھانے لگا ہے۔ یاد رہے پچھلے چند ماہ میں کئی امور پر روس اور امریکا کے مابین اختلاف ہو چکا ہے۔

India to develop it as a showcase to rival China.

But the character of capitalism is changing fast. Now a conglomerate of national corporations has emerged. Like divine religions they do not recognize national boundaries. They are taking over water, and other resources and land all over the world. They have patents on crops and manufactories, and they own mineral rights everywhere. Client states are crushed under the burden of loans euphemistically called aid: they have to accept IMF and World Bank dicta --- reduce subsidies, increase interest rates, take harsh austerity measures and make the life of their citizens miserable. At the end of the day they force client governments to hand over control of natural resources. If any demur an explosion in the air, an insurgency, and if worse comes to worst, a coup will take care of them.

But what really distinguishes Global capitalism from national capitalism is that the former does not even pretend to be solicitous of the welfare of the people of the first world. The new mantra is out sourcing. They had to pay a living wage, health benefits, unemployment and pension to workers in the USA. General Motors paid an average of $28.00 an hour to its workers. They pay $4.00 an hour to a South American worker for doing the same job --- with no fringe benefits. Numerous other industries, airlines the foremost, have forced their workers to accept a drastic cut in their wages. 90 percent of software industry is now in India.

My submission is that when the ordinary humans of the first world will become economically destitute, and will be reduced to the state of the third world, they will rise in solidarity with all the dispossessed. Only then would the long and tortuous historical process be shortened.

(Courtesy: Post Vista)

❁ ❁

بقیہ اداریہ

ہندوستان کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھیں، کیا محمود غزنوی نے بت فروشی پر بت شکنی کو ترجیح دے کر انتہا پسندی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا؟ ہمارے نزدیک یہ سب اصطلاحات کی شعبدہ بازی ہے۔ اصل ٹارگٹ اسلام بحیثیت دین ہے۔

ہم نے اپنے قارئین کے سامنے صدر مشرف کے خلاف یہ چارج شیٹ اس موقع پر اس لئے پیش کی ہے کہ وہ مزید پانچ سال کے لئے قوم پر مسلط ہونا چاہتے ہیں۔ اگر چہ یہ درست ہے کہ چہرے بدلنے سے نظام نہیں بدلے گا، اور ہم انتخابی سیاست اور پاور پالٹکس سے دور رہنے کی وجہ سے کسی ادل بدل میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، ہمارے نزدیک اِس نظام کے تحت حکمرانوں کا بدلنا گاؤ آمد و خر رفت و خر آمد و گاؤ رفت والا معاملہ ہے لیکن صدر مشرف نے گزشتہ آٹھ سال سے دین کی جڑوں پر جس بے دریغی سے تیشہ چلایا ہے، اُنہیں مزید موقع فراہم کیا گیا تو اگلے پانچ سالوں میں امریکی ایجنڈے کی تکمیل کرتے ہوئے اُس اسلامی جمہوریہ پاکستان کو جسے ہم مملکت خداداد کہتے ہیں، جس کا مطلب ہمارے بزرگوں نے ہمیں لا الہ الا اللہ بتایا تھا، اُسے گن پوائنٹ پر سیکولرازم کا نقاب اوڑھا دیا جائے گا۔ لہٰذا اِس سازش کو ناکام بنانے کے لئے تبدیلی ناگزیر اور لازم ہے۔ ہم کرسی کی خاطر ملک میں خون خرابے کے سخت خلاف ہیں۔ لہٰذا صدر مشرف سے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ وہ بس کر دیں، خدارا بس کر دیں مسلمانوں کا بہت خون بہہ چکا۔ عوام گرانی سے پس چکے، دین کی بے حرمتی ہو چکی، ملک کی عزت اور وقار خاک میں مِل گیا، اب عوام کے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے اور ہم آپ کو یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ عوام کو دیوار سے لگا دینا انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ خونی انقلابات کا یہی آغاز ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ تو جبراً صدر بن جائیں لیکن قوم خون میں نہا جائے اور 1971ء کی تاریخ خود کو دہرائے۔ آخر میں ہم قارئین کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ وہ اس نکتہ پر بھی غور کریں کہ کیا موجودہ نظام کے تحت جمہوری عمل سے کوئی ایسی قیادت جنم لے سکتی ہے جو پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی جمہوری ریاست بنا دے؟

❁ ❁ ❁

رمضان المبارک کا بہترین تحفہ

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ڈاکٹر اسرار احمد کی مقبول عام تالیف

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

خود پڑھئے اور دوستوں اور عزیزوں کو تحفتاً پیش کیجئے!

دوران ماہِ رمضان اہل وعیال اور عزہ و اقارب کے ساتھ اجتماعی مطالعہ کیجئے!

اشاعت خاص : 20 روپے اشاعت عام : 10 روپے

A valid query would be that if the army, political leaders and bureaucrats all belong to the same class, why does the army suppress the politicians? The answer should not require the intelligence of a rocket scientist. Family feuds are much worse, and country cousins kill more frequently for share of the land, than urban ones do for money. Bloody feuds over Zar, Zan, and Zameen antedate the industrial revolution. No government, civilian or military, has taken any except cosmetic steps to abolish the feudal system. The army has in fact become the largest industry, commercial and financial concern and the largest farmland and urban property owner (defense housing societies) in the country. Retired and active duty army officers serve as bureaucrats, deans, principals and even vice-chancellors of educational institutions.

The course advocated by civil libertarian-reformists would have us agitate, appeal to our overlords, and somehow to force the Army to allow 'free and fair' elections. The concept of fair and free elections in Pakistan does any have any more validity than a populace voting with a gun on its heads --- remember the US line: if you do not vote against Sandinistas, we will make sure you will starve. In Pakistani context the same bunch of nincompoops will return, who will only ask that their hands be allowed in the till too. It was 'democratic' Zulfiqar Ali Bhutto, who by indiscriminately nationalizing all industry and commerce and handing them over his cronies debilitated the nascent capitalism and set it back for decades. That step alone revitalized feudalism. He imprisoned dissidents, curbed civil liberties and emasculated the press much more than any military dictator. They will pursue the same policies of privatizing everything at the behest of IMF and World Bank. They will let Global Capital control the very lives of the people, pushing cost of living so high that life would not be worth living.

We must not forget that except for the Ghazi of Kargil, all army chiefs were invited to take over by the civilians.

Pakistan's tragedy is that it was never allowed to develop institutions. With its internecine feuds the left, dominated by communists, failed Pakistan. Politicians are so keen on regaining some measure of power, however unreal it may be that they are prepared to countenance, nay, embrace Musharraf, if only he will take off his uniform. This obsession with uniform can only be explained if we accept the contention that the politicos want only the semblance and not the reality of power.

Should we opt for NGOs? Remember funded by corporations-foundations, NGO's function as the covert arm of the Imperium, distracting attention from failure of the state to do its job. The edge of conflict is dulled. The march to revolution is slowed. The incentive to confront the jackals is diminished. But for the NGO band-aid people might rise in desperation. "Marta Na To Karta Kya" (roughly do or die).

But we have to use the available instruments. We participated in Student union affairs, as it was the easily accessible vehicle at hand. While looking for a more dynamic way we should not discount the NGO path taking care that they do not hijack our agenda. True and lasting social justice will be obtained through a political party of workers, the dispossessed and the politically aware intellectuals. Academic criticism by small groups of people over a period of time have contributed significantly to mass and popular movements as happened in anti slavery, feminist and civil rights movements. Our rallies, protests and seminars might be worth it, if they resulted in heightened consciousness. Let us, though, not forget that the movements were led by a vanguard with fire in its belly, and they were not funded by Governments.

But times have changed. There is hope. In the era of instant communications, the Imperium and its agents can not get away with what the Europeans, mainly the British, the pioneers of biological warfare, got away with in the past. They used small pox laden blankets against Red Indians and poison gas against the Iraqis post WWI. Churchill openly declared that use of gas against inferior races was justifiable.

Historical process is on the side of the people of Pakistan. It and the rest of the underdeveloped world, is groaning under the burden of the Imperium and their toadies. They will progress from the current feudal/tribal, fascist dispensations to a capitalist society. Democracy will follow. Remember, it took European capitalism several centuries to break the shackles of the Royalty-feudal combine; the latter actually helped the demise by fighting the former.

Capitalism inevitably leads to exploitation of the workers. They will eventually rise, notwithstanding the insidious impact of reformers and half hearted social supports systems. Capitalists sense the impending conflict and throw crumbs; witness the welfarism in post depression USA, post WWII Europe and post civil rights reforms in the USA again.

A common thread that ran through all the 'socialist' countries was that they overcame internal and external opposition, and made tremendous and fast headway in material progress. They were able to institute a welfare state, providing basic necessities, food, clothes, shelter, health care, education and jobs to all. That cannot be said of the richest and most developed countries. Capitalist countries were so frightened that third world countries would follow the development model of socialist countries that they poured aid into

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No.36
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

S.Ehtisham

ANGLE: Future of feudalism in Pakistan The role of global capitalism

Enlightened Pakistani expatriates in the USA have developed a consensus that the genesis of what ails Pakistan can be traced to the feudal system our former colonial masters imposed on India. The colonisers declared them and their vassals martial race, and used them against their own countrymen to sabotage the national movement and to fight the inter-imperial wars all over the world.

The feudal lords treated their peasants worse than one would a slave, forcing them to work in their homes with out any payment and, treating the latter's females as keeps. The tillers of the land did the owners bidding and when Indians won a semblance of representative governments, the former served as a vote bank.

The inherent weakness of the political party of the Muslims was that, with a few honorable exceptions, the progeny of the same bunch of 'traitors' led it.

A special class of feudals is worthy of note. These are hereditary Pirs.

Muslims were historically handicapped as well. They had governed India for a millennium before they had lost power to the British. All trade, commerce, finance and administration had been left to the Hindu business class. The British having wrested power from Muslims naturally discriminated against them and patronized the Hindus.

That led the two nations to be perenially at each other's throat, whose priority should have been development of social services, jobs, industry and education.

India inherited the machinery of an established Government, a fairly advanced infrastructure, a vibrant entrepreneurial class, a much larger and developed economic base, and a truly bourgeois national movement and thus could cope much better with the dislocation and trauma of partition. Pakistan on the contrary was bereft of developed resources and, administrative machinery or industry. It had a much smaller and little developed economic base. Its political party was feudal in character, not withstanding Jinnah and a few Bombay and Bengali lawyers. Openly declared that the country would not discriminate on the basis of caste or creed. He ordained separation of religion and state. But that was not to be. He died and his successors put him on a pedestal and the obscurantist Mullahs climbed on the bandwagon, and started feeding on the trough. Their main thrust was, however, against land reforms, the domain of their benefactors. In 1991 A Maulana Taqi Usmani upholding the sanctity of private property in Islam declared ZAB's land reforms repugnant to the teachings of the religion. India abolished the feudal system in 1948. Feudal system still survives and thrives in what was then West Pakistan-now all of Pakistan

This should, hopefully define with sufficient clarity, the reason India and Pakistan took different paths, why the army has ruled Pakistan for most of its existence and why the Indian army sharing the same British heritage has been subservient to the civilian authority.

Pakistanis in the country and expatriates differ on the emphasis they should lay on the various sections of the society for perpetuation of the core evils of violation of civil rights, subjugation of women and their status as commodity to be bartered for land or in exchange for blood money, weddings to the Quran, honor killing, corruption, poverty, illiteracy, paucity of social services. Correct attribution of the proportion of blame to the components of the evil-quad is of prime importance as adoption of a line of action is dependent on critical analysis.

Let us take up the army first. Do we impute an independent class character to it? Army personnel are derived from all classes of the society though predominantly from a feudal/peasant base yet recruitment from urban bourgeoisie, bureaucrats classes especially in the officer corp. is significant. They are put through a designed and deliberate metamorphosis. They obey the chief regardless of his ethnicity. The chief effectively sheds his ethnic culture.

The armed forces are curiously enough a true reflection of the dominant society of the country.

Senior civil bureaucratic services of Pakistan are overwhelmingly of feudal derivation, with a little sprinkling of the progeny of urban bourgeoisie and a rare entrant from the other classes.

Capitalists have a quasi-national character. They are largely in service industries. Dependent production industries are very much in the nature of consumables like food, cotton, plastic, rayon, leather goods and china. Heavy industry is minimal. Industrial workers correspondingly lack substance.